۹۲/۸۶ء

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

اَنوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوف وعرفان کا
جامع سہ ماہی رسالہ

بابت ماہ جنوری تا اپریل

مطابق ماہ ذی الحجہ تا ربیع الاول ۱۴۲۸ھ

جلد۲............شمارہ نمبر 4

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross, V.R. Puram

Palace Guttahalli, Bangalore - 560 003

Karnataka State (India)

Contact : 23444594

اَنوارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	پیش لفظ : ایڈیٹر	3
۲	نورالٰہی	4
۳	معجزات جناب رسول اکرمؐ - از: خواجہ محمد اکبر وارثی	5
۴	آیات قرآنی شان حبیب الرحمٰن - از: مفتی احمد یار خان صاحب	7
۵	(حدیث شریف)......کتاب الایمان	14
۶	دیوان حافظ - از: حضرت حافظ شیرازی	20
۷	گلستان سعدیؒ - از: مولانا شیخ سعدیؔ	22
۸	بوستان سعدیؒ - از: مولانا شیخ سعدیؔ	35
۹	تذکرۃ الاولیاء - از: حضرت فریدالدین عطارؒ	43
۱۰	(فتوح الغیب) قلب میں خدا کے سوا کسی کو جگہ نہ دو - از: شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	54
۱۱	"خدا کا قرب کیسے حاصل ہو"	58
۱۲	معارف شمس و تبریز - مرتب: حکیم محمد اختر صاحب	62
۱۳	علم تصوف - از: حضرت مولوی محمد عبدالقادر صوفی	70
۱۴	دلیل العارفین....ملفوظات....از: حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری	84

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیاں

(1)	مولانا مولوی جناب سید شاہ انور حسینیؒ	صدر
(2)	جناب اے اے خطیب	مینجنگ ٹرسٹی
(3)	جناب محمد کمال الدین	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	جناب خلیل مامون	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جناب شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد واتفاق و اخوت عوام کو بہرور کرنا

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اوران کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا

۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 25روپے

قیمت سالانہ 120روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

یا قطب یا غوث اعظم یا ولی وروشن ضمیر
بندہ ام در ماندہ ام جز تُو ندارم دستگیر
بردر درگاہِ والا سائیلم اے آفتاب
خاطرِ ناشادراکن شادیا پیرانِ پیر

اللہ تعالیٰ وآقا ومولیٰ حضورِ سید المرسلین رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ ہے کہ آپ کی خدمت میں تیسرا رسالہ پیش کر رہے۔ چند ناگزیر حالات کی وجہ سے بروقت پیش نہ کرسکےاس تاخیر کے لئے معذرت خواہ ہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ بروقت آپ کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔
اس رسالہ کو بہتر سے بہتر بنانے میں ہم آپ کے تعاون ومشورہ کے خواستگار ہیں۔

آپ کی دعاؤں وتعاون کا متمنی

اے اے خطیب

اڈیٹر

نور الٰہی

مولانا حسن رضا خان

ہے پاک رتبہ فکر سے اس بے نیاز کا
کچھ دخل عقل کا ہے نہ کام امتیاز کا

غش آ گیا کلیم سے مشتاق دید کو
جلوہ بھی بے نیاز ہے اس بے نیاز کا

افلاک وارض سب ترے فرماں پذیر ہیں
حاکم ہے تو جہاں کے نشیب وفراز کا

اس بے کسی میں دل کو مرے ٹیک لگ گئی
شہرہ سنا جو رحمتِ بے کس نواز کا

مانندِ شمع تیری طرف لَو لگی رہے
دے لطف میری جان کو سوز وگداز کا

تو بے حساب بخش کہ ، ہیں بے شمار جرم
دیتا ہوں واسطہ تجھے شاہ حجازؐ کا

کیوں کر نہ میرے کام بنیں غیب سے حسنؔ
بندہ بھی ہوں تو کیسے بڑے کار ساز کا

معجزات جناب رسول اکرم صلی اللہ وسلم

از: خواجہ محمد اکبر وارثی

ہیں دونوں جہاں تابع فرمانِ محمدؐ
اللہ سے کم سب سے بڑی شانِ محمدؐ
رتبہ میں ہے عرشِ معلیٰ سے بھی اونچی
اللہ غنی کرسی ایوانِ محمدؐ
جنگ گُنگ نے کی آپ کی تصدیقِ رسالت
پھر کیوں نہ ہو کونین ثناخوانِ محمدؐ
کی بھیڑیئے نے دشت میں گلّے کی حفاظت
چرواہا بھی ہونے لگا قربانِ محمدؐ
گمراہی کے دریا سے سفینہ کو ترایا
ہے شیرژیاں تابع فرمانِ محمدؐ
سجدہ کوئی کرتا تھا کوئی پڑھتا تھا کلمہ
حیوان بیاباں تھے سلمانِ محمدؐ
سجدہ کیا اور اپنی جگہ لوٹ گیا پیڑ

اشجار بھی پہچانتے ہیں شانِ محمدؐ

دو ماہ کے لڑکے نے دی حضرت کی گواہی
جس وقت کہ دیکھا رخ تابانِ محمدؐ

چھ کنکروں نے صاف پڑھا کلمۂ طیب
بوجہل نہ لایا مگر ایمانِ محمدؐ

پتھر تو بنے موم مہتات کے ٹکڑے
ہے عرش وسماوات میں فرمانِ محمدؐ

یہ رحم کہ صیاد سے ہرنی کو چھوڑایا
بچے نہ ہو کیوں اس کے ثنا خوانِ محمدؐ

گویا ہُوا طِفل کہ تُم سچّے نبیؐ ہو
کیا شان ہے اے صلّیِ علیٰ شانِ محمدؐ

غزدوں میں کھلایا بھی پلایا بھی مگر پاس
جز نام خدا کچھ نہ تھا سامانِ محمدؐ

کھل جائیں ترے عیب یہ ممکن نہیں اکبر
کافی ہے چھپالینے کو دامانِ محمدؐ

آیات قرآنی: شانِ حبیب الرحمٰن

از: مفتی احمد یار خان صاحب

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی تحببکم الله. ویغفرلکم ذنوبکم والله غفور رحیم. (پارہ ۳ سورہ آل عمران رکوع ۴)

اے محبوب تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تم کو دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔اس آیت کریمہ میں لوگوں کو خدارسی کا راستہ بتایا گیا ہے اور اس سے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی کا اچھی طرح ظہور ہورہا ہے۔مشرکینِ مکہ کہا کرتے تھے کہ ہم تو اللہ کے پیارے ہیں ان سب کو حکم دیا گیا کہ اگر تم واقعی خدا کی محبت رکھتے ہو تو میرے محبوب کی غلامی کرو، پھر یہ ہوگا کہ ابھی تو تم خدا کے چاہنے والے بنتے ہو اور خدا کو اپنا محبوب بتاتے ہو مگر پھر خدا تمہارا چاہنے والا ہوگا اور تم اس کے محبوب اور تمہارے گناہ بھی بخش دے گا۔

اس آیت سے بخوبی معلوم ہوا کہ غلامیٔ مصطفیٰ سے مردود بھی محبوب خدا بن جاتا ہے اور گنہگار مغفور ہو جاتا ہے۔

اتباع کہتے ہیں پیچھے پیچھے چلنے کو، تو آیت میں بتایا جارہا ہے کہ اگر محبت الٰہی چاہتے ہو تو محبوب کے پیچھے پیچھے چلے آؤ، نہ تو بھائی بن کر برابر آؤ اور نہ باوا بن کر آگے چلو بلکہ غلام بن کر پیچھے چلے آؤ۔وہ ڈبہ ریل کا سفر کرتا ہے جو انجن کے پیچھے لگ جاتا ہے جو انجن سے آگے لگتا ہے وہ شنٹ ہوکر وہاں ہی رہ جاتا ہے۔فسٹ کلاس کا ڈبہ اگر انجن سے کٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی نہیں بیٹھتا نہ کوئی کرایا دیتا ہے اور اگر تھرڈ کلاس کا ڈبہ انجن سے جڑ جاوے تو اس میں ہر کوئی بیٹھنے کی کوشش کرتا ہے

معلوم ہوا کہ ڈبہ کی اپنی کوئی قیمت نہیں بلکہ انجن کے پیچھے لگ جانے کی قدر و قیمت نیز انجن یہ نہیں دیکھتا کہ میرے پیچھے ڈبہ کیسا ہے۔ وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ مجھ سے کڑی ملی ہے یا نہیں، ڈبہ تھرڈ ہو یا سکنڈ فسٹ سب کو ایک ہی رفتار سے لے جاتا ہے بشرطیکہ ڈبہ لائن پر گویا انجن بزبان حال کہتا ہے کہ اے ڈبہ تو اگرچہ کمزور سہی میں قوی ہوں۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا فاتبعوانی خواہ کیسے ہی ہو میرے پیچھے چلے آؤ ہم تم کو نہیں دیکھتے ہم اپنے کو اور اپنی نسبت کو دیکھتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

صد کتاب وصد ورق در نار کن　　　روئے دل را جانبِ دلدار کن

اطاعت تین طرح کے ہوتی ہے۔ اطاعت ڈر کی اطاعت لالچ کی، اطاعت محبت کی، یہاں مقصود ہے محبت کی اطاعت۔ کیونکہ ڈر یا لالچ کی اطاعت تو منافقین بھی کرتے تھے اسی لئے اس آیت کو محبت سے شروع فرمایا گیا۔ خیال رہے کہ محبت تین قسم کی ہے چھوٹے سے محبت یعنی مامتا، دوسری برابر والے سے محبت، تیسرے بڑے سے محبت جو مع عظمت کے ہو۔ اَتَّبِعُوا سے معلوم ہوا کہ محبت مع عظمت ہونی چاہئے۔ پھر عظمت دو قسم کی ہے دینی اور دنیاوی۔ یُحْبِبْکُمُ الله سے معلوم ہو کہ حضورؐ کی عظمت دینی چاہئے۔ یعنی رسالت کی بناء پر محبت و عظمت چاہئے نہ کہ بڑا بھائی سمجھ کر۔

(۲) واذاخذالله میثاق النبین لما آتیتکم من کتب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتومنن به ولتنصرنه. قال ء اقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا وانامعکم من الشهدین (پارہ سورۂ آل عمران رکوع ۹)

ترجمہ:۔ اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب دوں اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمادے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کرلیا اور اس پر میرا

بھاری ذمہ لے لیا۔ سب نے عرض کیا کہ ہم نے اقرار کیا فرمایا کہ تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں خود تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔

اس آیت کریمہ میں اس عہد و پیمان کا ذکر فرمایا گیا ہے جو میثاق کے دن حضرات انبیاء سے لیا گیا تھا۔ مگر اس سے حضور علیہ السلام کی وہ عظمت ثابت ہوتی ہے جس کا اندازہ ناممکن ہے۔

عہد کا قصہ تو یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان کولمبو پہاڑ پر بھیجے گئے اور حضرت حوا عرب میں جدہ میں اتاری گئیں تین سو برس کے بعد حضور علیہ السلام کے نام کی برکت سے توبہ قبول ہوئی جس کا واقعہ بیان ہو چکا۔ تب نعمان پہاڑ پر ان کی پشت سے ان کی ساری اولادوں کی روحیں نکالی گئیں اور ان روحوں سے تین طرح کے عہد لئے گئے ایک تو تمام مخلوق سے کہا کہ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، سب نے عرض کیا کہ ہاں۔ دوسرا علماء سے عہد لیا گیا کہ تم احکام الٰہیہ کی تبلیغ کرنا، تیسرا انبیاء کرام سے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اس عہد کا اس طرح ذکر کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے گروہ انبیاء سے اس روز ارشاد فرمایا تھا کہ اے گروہ انبیاء جب میں تم کو کتاب عطا فرماؤں اور نبوت کا تاج تمہارے سر پر رکھ دوں اور اپنے بندوں کو تمہارا امتی اور تابعدار بنا دوں، پھر جبکہ تمہاری نبوت کا آفتاب پوری طرح چمک رہا ہو اور تمہارے نام کا ڈنکا بج رہا ہو۔ اگر عین اسی حالت میں ہمارا یہ نبی آخر الزماں دنیا میں جلوہ گر ہو جائے تو تمہارا فرض ہوگا کہ تم مع اپنی اپنی امتوں کے اس محبوب آخر الزماں کے امتی بن جانا۔ اس محبوب کے آتے ہی تمہارا دین منسوخ ہوگا۔ تمہاری کتاب منسوخ ہوگی، تم کو ان کا خدمت گار اور معاون بننا ہوگا۔ کہو کیا یہ تم کو منظور ہے؟ تمام انبیاء نے بخوشی منظور کیا۔ اقرار کرنے پر بھی عہد ختم نہ فرمایا گیا۔ اچھا اس پر ایک دوسرے کے گواہ بن جاؤ۔ یعنی حضرت آدم حضرت نوح وغیرہ پر گواہ ہوں۔ اور وہ

حضرات حضرت آدم علیہ السلام پر پھر بھی بات ختم نہ ہوئی۔ فرمایا ہماری شاہی گواہی بھی اس میں شامل ہے۔ ہم بھی تمہارے اس اقرار پر گواہ ہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے کہ اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا تو گواہی وغیرہ کی پابندی نہ ہوئی سب نے فقط بلیٰ یعنی ہاں کہہ دیا بات ختم ہوئی۔ مگر یہاں اقرار بھی کرایا گواہی بھی لی اور اس سارے واقعہ پر شاہی گواہی بھی، رب تعالیٰ کے علم میں تھا کہ کوئی بھی نبی حضور علیہ السلام کا زمانہ نہ پائیں گے۔ پھر بھی یہ اقرار لے لیا کہ اگر یہ پیغمبر آجاتے تو ہم ان کے امتی بن جاتے کم از کم ہر نبی کا اس پر ایمان رہے۔ نیز ان کی امتیں اس واقعہ کو سن کر اگر حضور علیہ السلام کا زمانہ پادیں تو ایمان لاویں۔ نیز شب معراج میں سارے انبیاء کرام نے اس اقرار نامہ کو ثابت کر دیا کہ سب نے مقتدی بن کر بیت المقدس کی زمین پاک میں امام الحرمین علیہ السلام کے پیچھے نماز ادا کی۔

نمازِ اسریٰ میں تھا یہ ہی سرعیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

سبحان اللہ وہ نماز بھی کس لطف کی نماز ہوئی ہوگی جس میں انبیاء مقتدی سید الانبیاء امام، ملائکہ نقیب سفر آسمان کی تیاری گویا کہ نماز سفر اس دھوم سے ہو رہی ہے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس ہی اقرار نامہ کی تعمیل کے لئے آخر زمانہ میں حضور علیہ السلام کے امتی ہو کر زمین پر آویں گے اور دینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور امداد فرمائیں گے۔ اس امت کو دشمنوں سے بچائیں گے۔ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ حضور علیہ السلام کی موجودگی میں تمام پیغمبروں کے دین کیوں منسوخ کر دیئے گئے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر چیز اپنی اصل پر پہنچ کر ٹھہر جاتی ہے بلکہ اپنے آپ کو اس اصل میں گم کر دیتی ہے، رات بھر تارے جگمگاتے ہیں مگر جہاں سورج نکلا

سب چھپ گئے۔سب تاروں میں سورج ہی کا نور تھا۔تمام دریا سمندر کی طرف بھاگے جاتے ہیں ۔کیونکہ ہر دریا سمندر سے بنا ہے۔سمندر سے بادل آیا پہاڑوں پر بارش بن کر یا برف بن کر گرا ،اس سے دریا بنا،دریا اپنی اصل کی طرف بھاگا۔ایسا بھاگا کہ جس پل نے،درخت نے کسی عمارت نے اس کو روکنا چاہا اس کو بھی گرادیا،مگر جہاں سمندر کے قریب پہنچا شور بھی جاتا رہا،روانی میں کمی ہوگئی،اور جب سمندر سے ملا تو اس طرح فنا اور گم ہوگیا کہ گویا تھا ہی نہیں اور زبان حال سے کہا کہ

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی تا کس نہ گوید بعد ازاں دیگرم تو دیگری

اسی طرح تمام انبیاء کرام تارے ہیں حضور آفتاب۔حضور کو قرآن میں فرمایا گیا سِـرَاجًـا مُـنِـیـرًا یا تمام انبیاء کرام دریا ہیں حضور علیہ السلام ان دریاؤں کے سمندر،تمام نبوتیں ادھر ہی چلی آرہی تھیں فرعونی ہامانی نمرودی،ہزارہا طاقتیں سامنے آئیں ان کو پاش پاش کردیا۔مگر سمندر نبوت کو پاکر سب نے اپنے کو اس میں گم کردیا۔ش

صلی اللہ علیہ والہ واصحبہ وبارک وسلم

یہ انبیاء مرسلین تارے ہیں تم مہر مبیں سب جگمگائے رات بھر چھپے جو تم کوئی نہیں

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سارے پیغمبر علیہم السلام حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور حضور علیہ السلام نبی الانبیاء۔

۳.لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ . وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین

(پارہ۴سورہ آل عمران رکوع۱۷)

ترجمہ:۔بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر

اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک فرماتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہ میں تھے۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ السلام کی کھلی ہوئی نعت ہے۔ کیونکہ خدائے قدوس نے انسان کو اس قدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ ان کا شمار بھی انسان نہیں کرسکتا۔ اور ہر نعمت ایسی قیمتی ہے کہ دنیا کے خزانے خرچ کردو مگر ایسی نعمت نہ بن سکے۔ آنکھ، کان، ناک، ہاتھ پاؤں، زمین آسمان، چاند سورج، ہوا پانی وغیرہ ہر نعمت الٰہی کا یہی حال ہے۔ پھر جسم میں بے شمار بال اور ہر بال میں بے شمار نعمتیں ہیں اور ہر نعمت ایسی کہ اس کے بغیر زندگی مشکل ہے۔ لیکن قرآن مجید میں ان نعمتوں کا جگہ جگہ ذکر تو فرمایا، مگر اس طریقہ سے احسان جتا کر ذکر نہ فرمایا کہ مسلمانو! تم کو ہاتھ پاؤں یا چاند سورج یا زمین وآسمان یا پانی ہوا دیئے تم پر احسان کئے کلمہ من فرمایا یعنی احسان جتایا تو صرف اس نعمت کا کہ ہم نے مسلمانوں پر بیشک احسان فرمایا کہ ان کو اپنا پیارا محبوب دے دیا اور ان کی ہدایت کے لئے جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اس کی تین وجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ دنیا میں ہر چیز کسی کو دے دی جاتی مگر محبوب نہیں دیا جاتا۔

حضور علیہ السلام کا معراج میں جانا تعجب نہیں ہے۔ محبوب بلائے ہی جاتے ہیں، ہاں وہاں سے واپس آنا تعجب ہے کہ محبوب دوبارہ مخلوق کو دے دیئے گئے، کیا خوب کہا ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کی ساری نعمتیں حضور علیہ السلام کے صدقہ میں ہیں، حضور فرماتے ہیں حدیث قدسی لو لاك لما خلقت الافلاك یعنی اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے یہ حدیث معنًی صحیح ہے دیکھو موضوعات کبیر ملا علی قاری۔ تو یہ ساری نعمتیں ایک ان ہی کے دم سے ہیں تمام دنیا براتی ہے اور حضور اکرم علیہ السلام اس کے دولہا

ہے جہاں میں جن کی چمک دمک ہے چمن میں جن کی چہل پہل

وہی اک مدینہ کے چاند ہیں سب انہی کے دم کی بہار ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام نعمتیں صرف زندگی میں فائدہ پہنچاتی ہیں، جہاں آنکھ بند ہوئی تمام رشتے ٹوٹ گئے مال اوروں کا ہوگیا، ہاتھ پاؤں اور سارے اعضاء جواب دے گئے، اگر کسی نے مہربانی کی تو فقط قبر تک، ہاں جو زندگی میں، قبر میں، حشر میں، جنت میں اور نزع کے وقت ہر جگہ کام آوے وہ میرے مولیٰ، عربی دولہا جگ کے داتا۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریم ہے الھـــم ارزقـنـا الـموت علی دینه اور فانی نعمتیں باقی نعمتوں کے مقابل ہیچ ہیں۔ قل متاع الدنیا قلیل

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ساری نعمتیں مال و دولت، اعضاء وغیرہ اگر ان سے صحیح کام لیا جاوے تو نعمت ہے ورنہ سراسر زحمت، زبان اگر درست رہے تو زبان ہے اگر ٹیڑھی چلے تو زبوں یعنی بری چیز ہے۔ اگر زیادہ چلے تو زیاں نقصان ہے۔

اور ان نعمتوں کا استعمال کرنا سکھانے والے ہیں، محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضور علیہ السلام نے ان سب کو نعمت بنا دیا ورنہ ہی زحمت تھیں۔ اگر ہاتھ پاؤں سے گناہ کئے جاویں تو یہ ہی اعضاء قیامت میں ہمارے خلاف گواہی دیں۔ معلوم ہوا کہ رب کے خفیہ پولیس ہیں۔ اگلی عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام مسلمانوں کو ہر ظاہری باطنی گندگی سے پاک فرماتے ہیں۔ اعمال وہ ہی صحیح ہیں جو بارگاہ رسالت میں قبول ہو جائیں و یعلمهم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن ایسی مشکل کتاب ہے کہ اس کی تعلیم کے لئے رب نے انبیاء کرام بھیجے اور کسی علم کے لئے نبی نہ آئے مشکل علوم استاذ نبی پڑھاتے ہیں، لہٰذا قرآن سمجھنے کے لئے حدیث کی ضرورت ہے وان کـانـوا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی تعلیم ایسی مکمل ہے کہ گمراہوں کو گمراہی سے نکال کر صرف مومن ہی نہیں بلکہ مومن گر بنا دیتی ہے۔ اس تعلیم سے کوئی صدیق کوئی فاروق ہوئے اور کسی استاذ کی تعلیم ایسی مکمل نہیں ایک

شاگرد ایک ہی اسکول میں جا کر بہت استاذوں سے علوم حاصل کرتا ہے کسی سے اردو، کسی سے حساب، مگر مدینہ پاک میں ایسا مکمل مدرسہ جاری ہوا کہ ایک استاذ نے دینی و دنیاوی علوم، اخلاق اور خدارسی کے قاعدے سب کچھ سکھا دیئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

......حدیث شریف......

کتاب الایمان

باب۔۳۰: جو شخص کہے کہ بارش ستاروں کے اثر سے ہوئی ہے وہ کافر ہو گیا۔

۴۶......**حدیث زید بن خالد جہنی**ؓ: حضرت زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر فجر کی نماز ادا کی، اس رات بارش ہوئی تھی اور صبح کے وقت نمی باقی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا۔ تمہیں معلوم ہے اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟ صحابہؓ نے عرض کیا: اللہ اور رسول اللہ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جناب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: (بارش ہونے کے بارے میں مختلف اعتقاد رکھنے کی بناء پر) آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہو گئے اور کچھ کافر ہو گئے۔ جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے اس نے مجھے مانا اور ستاروں کے موثر ہونے کا انکار کیا اور جس نے کہا کہ بارش فلاں ستارے کے اثر سے ہوئی ہے اس نے میرا

انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔

......اخرجہ البخاری فی: کتاب۔۱۰، الاذان: باب۔۱۵۶، یستقبل الامام الناس اذا سلم......

باب۔۳۱: انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔

۴۷۔ حدیث انسؓ: حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: انصار سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب الایمان: باب۔۱۰، علامہ الایمان حب الانصار............

۴۸......حدیث براءؓ: حضرت براءؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا: انصار سے محبت صرف ایک مومن ہی کرتا ہے اور انصار سے بغض کوئی منافق ہی رکھ سکتا ہے۔ چنانچہ جو شخص انصار سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور جو انصار سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے نفرت فرمائے گا۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب ۶۳، مناقب الانصار: باب ۴، حب الانصار............

باب ۳۲: عبادت اور بجا آوریٔ احکام میں کوتاہی کرنے سے ایمان میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

۴۹...... حدیث ابوسعید خدریؓ: حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عید گاہ میں جو خواتین کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا: اے گروہ خواتین! صدقہ دیا کرو کیونکہ مجھے (شب معراج) دکھایا گیا کہ جہنم میں تمہاری تعداد نسبتاً زیادہ ہے۔ خواتین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوندوں کی ناشکر گزاری کرتی ہو۔ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو عقل اور دین

کے اعتبار سے ناقص ہونے کے باوجود عقل مند اور محتاط مرد کے عقل و ہوش کو تم سے زیادہ شکار کرنے والی ہو۔ خواتین نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم دین و عقل کے لحاظ سے ناقص کس طرح ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف نہیں ہے؟ خواتین نے عرض کیا یقیناً! آپ نے فرمایا: یہ چیز عورتوں میں عقل کم ہونے کی دلیل ہے۔ دوسرے: کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت بحالت حیض نہ نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھ سکتی ہے؟ خواتین نے عرض کیا۔ درست ہے! آپؐ نے فرمایا: یہ چیزیں خواتین کے باعتبار دین ناقص ہونے کا ثبوت ہے۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب الحیض: ٦۔ باب: ٦ ترک الحائض الصوم..........

باب: ٣٤ اللہ پر ایمان لانا سب اعمال سے افضل عمل ہے

٥٠......**حدیث ابوھریرۃؓ**: حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریمؐ سے دریافت کیا گیا کہ افضل ترین عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اس کے بعد کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اس کے بعد کونسا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا: حج مبرور۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب الایمان: ٢۔ باب: ١٨ من قال ان الایمان ہو العمل..........

٥١...... **حدیث ابوذرؓ**: حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا، پھر میں نے دریافت کیا: کیسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جو قیمت کے لحاظ سے گراں اور مالک کو سب سے زیادہ پسند ہو! میں نے عرض کیا: اگر میں یہ کام نہ کرسکوں تو؟ آپؐ نے فرمایا: کسی کام کرنے والے (کارکن) کی مدد کرو یا کسی ایسے شخص کا کام کرو جو کام کرنا نہیں جانتا یا کر نہیں سکتا۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا: اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپؐ نے فرمایا لوگوں کو اپنے

شر سے محفوظ رکھو! یہ بھی ایک صدقہ ہے جو تم اپنی ذات پر کرتے ہو۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب العتق: ۴۹۔ باب ای الرقاب افضل............

۵۲...... **حدیث عبداللہ بن مسعودؓ:** حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: بروقت نماز ادا کرنا! میں نے عرض کیا: اس کے بعد کون سا عمل؟ آپؐ نے فرمایا: والدین سے حسن سلوک! میں نے پھر دریافت کیا: اس کے بعد کون سا عمل؟ آپؐ نے فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ! حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں کہ یہ باتیں مجھ سے خود آں حضرت ﷺ نے ارشاد فرمائیں۔ اور اگر میں مزید دریافت کرتا تو آپؐ یقیناً اور بھی بیان فرماتے۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب مواقیت الصلوہ: باب فضل الصلوۃ لوقتہا............

باب: ۳۵۔ اس امر کا بیان کہ شرک سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور شرک کے بعد دوسرے بڑے گناہ کیا کیا ہیں۔

۵۳...... **حدیث عبداللہ بن مسعودؓ:** حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو کسی غیر اللہ کو اللہ کا ہمسر اور شریک ٹھہرائے، حالانکہ اللہ تیرا خالق ہے۔ میں نے عرض کیا: یہ تو واقعی بہت بری بات اور بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر میں نے دریافت کیا: اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ کہ تو اپنے بچے کو اس خیال سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگا (بوجھ بنے گا) میں نے پھر عرض کیا: اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب التفسیر۔ تفسیر سورہ البقرہ: باب:۳............

قولہ تعالیٰ (فلا تجعلوا اللہ اندادا)

باب:۳٦ کبیرہ گناہوں کا اور ان سے بھی بڑے (اکبرالکبائر) گناہوں کا بیان

٥٤......حدیث ابوبکرؓ: حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں نہ بتا دوں کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے یہ کلمات تین بار دہرائے ۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ضرور بتا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ غیر کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا! یہ کلمات ارشاد فرماتے ہی آپ سیدھے بیٹھ گئے جب کہ پہلے آپؐ ٹیک لگائے آرام فرما رہے تھے اور مزید فرمایا۔ اور یادرکھو جھوٹ بولنا (سب سے بڑا گناہ ہے) اس فقرے کو آپؐ اس حد تک بار بار دہراتے رہے کہ ہم نے اپنے دلوں میں کہا کہ کاش آپؐ خاموش ہو جائیں یعنی یہ تکرار فرمانا ترک کر دیں۔

............خرجہ البخاری فی: کتاب الشہادات: باب ما قیل فی شہادۃ الزور............

٥٥......حدیث انسؓ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق دریافت کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ غیر کو شریک بنانا (۲) والدین کی نافرمانی کرنا (۳) انسان کو قتل کرنا (۴) اور جھوٹی گواہی دینا۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب الشہادات: باب ما قیل فی شہادۃ الزور............

٥٦...... حدیث ابوھریرۃؓ: حضرت ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات تباہ و برباد کر دینے والے کاموں سے بچو! صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ وہ

کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو ہلاک (قتل) کرنا جس کا ہلاک کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے الا یہ کہ کسی حق کی بناء پر قتل کیا جائے (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال ہڑپ کرنا (۶) جنگ کے دن منہ موڑ کر بھاگ جانا (۷) اور پاک دامن بھولی بھالی مومن خواتین پر تہمت لگانا۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب الوصایا: ۵۵۔

باب: ۲۳۔ قول اللہ تعالیٰ: ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما

۵۷...... حدیث عبداللہ بن عمرؓ: حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: بہت بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے (گالی دے) دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے ہی والدین پر لعنت بھیجے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ اس طرح کہ کوئی شخص دوسرے شخص کے والد کو گالی دے اور وہ جواباً اس کے والدین کو گالی دے۔

............اخرجہ البخاری فی: کتاب ۷۸ الادب۔ باب: ۴ لا یسب الرجل والدیہ............

مرشد کامل کی نشانی

مرشد کامل وہ ہے کہ جو طالب اللہ کو پہلے ہی دن اسم اللہ ذات کے تصور کے شروع میں نور فی اللہ کے مرتبے پر پہنچا دے اور دیدار سے مشرف کر کے صاحب حضوری بنا دے تا کہ طالب کو ریاضت، خلوص اور چلّہ کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اہل حضور لا یحتاج کو کیا حاجت ہے کہ ورد وظائف اور دعوت پڑھے۔ وہ ذکر، فکر، مراقبہ، مکاشفہ، محاسبہ اور مجادلہ سے فارغ ہوتا ہے کیونکہ اسے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

دیوان حافظ

از:حضرت حفیظ شیرازی

صلاحِ کار کجاؤ من خراب کجا
کام کی نیکی کہاں؟ اور میں زید کہاں ؟
ببیں تفاوتِ راہ ازکجاست تابکجا
دیکھ ! راستہ کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے؟

چہ نسبت ست برندی صلاح وتقویٰ را
نیکی اور تقوے کو رندی سے کیا نسبت؟
سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا
کجا وعظ کا سننا ،کجا ستار کا نغمہ؟

دلم زصومعہ بگرفت وخرقۂ سالوس
عبادت خانے اور کمر کی گدڑی سے میرا دل غمگین ہوگیا
کجاست دیرِمُغان وشرابِ ناب کجا
آتش پرستوں کا بُتخانہ ،اور خالص شراب کہاں ہے؟

بشد زیادِ خوشش یادِروزگارِ وصال
اس کی اچھی یاد سے وصال کے زمانہ کی یادختم ہوگئی
خودآں کرشمہ کجارفت وآں عتاب کجا
خود وہ ناز، اور غصہ کہاں چلا گیا،

زروئے دوست دلِ دشمنان چہ دریابد
دوست کے چہرہ سے ،دشمنوں کا دل کیا پائے گا؟
چراغِ مُردہ کجا شمعِ آفتاب کجا
کہاں بجھا ہوا چراغ ، کہاں آفتاب کی شمع ؟

ببیں بسیبِ زنخداں کہ چاہ درراہ ست
تھوڑی کے سیب کو دیکھ کہ راستہ میں کنواں ہے
کجا ہمی روی اے دل بدیں شتاب کجا
اے دل(اس قدر تیزی سے کہاں جاتا ہے؟

چوکحل بینشِ ماخاک آستانِ شماست
جبکہ ہماری بینائی کا سرمہ تمہاری چوکھٹ کی خاک ہے
کجار ویم بفرما ازیں جناب کجا
تم ہی فرماؤ،اس دربار سے کہاں جائیں؟

قراروخواب زحافظ طمع مدار اے دوست
اے دوست ! حافظ سے سکون' اور نیند کی توقع نہ رکھ
قرار چیست صبوری کدام وخواب کجا
سکون کیا ہوتا ہے ،صبر کیاہے ،نیند کہاں ہے؟

صبا بلطف بگوآں غزالِ رعنا را
اے صبا ،نرمی سے اس نازنین ہرن سے کہدے
کہ سر بکوہ وبیاباں تو دادۂ مارا
تو نے ہی ہمارا سر کوہ وبیابان کے حوالے کردیا ہے

بشکر آنکہ توئی بادشاہِ کشورِ حسن
اس بات کے شکرانے میں' کہ تو ہی مملکتِ حسن کا بادشاہ ہے
بیاد آر غریبان دشت وصحرارا
دشت صحرا کے ،پردیسیوں کو یاد رکھ

شکرفروش کہ عمرش دراز باد چرا
شکرفروش(خداکرے اس کی عمردراز ہو) کیوں
تفقدّے نکندطوطئے شکرخارا
شکر خور طوطی پر مہربانی نہیں کرتا ہے ؟

غرورحسن اجازت مگر نداد اے گل
اے پھول ! شاید حسن کے غرور نے اجازت نہیں دی
کہ پرسشے نکنی عندلیبِ شیدارا
جو تو عاشق بلبل کی پرسش نہیں کرتا ہے

بحسنِ خُلق تواں کرد صید اہلِ نظر
اہلنظر کو حسن اخلاق کے ذریعہ شکار کیا جاسکتا ہے
بدام و دانہ نگیر ند مرغ دانا را
سمجھدار پرند کو جال اور دانے کے ذریعہ نہیں پکڑتے ہیں

چوبا حبیب نشینی دبادہ پیمائی
جب تو دوست کے ساتھ بیٹھے، اور شراب نوشی کرے
بیاد آر حریفانِ باد پیمارا
تو آوارہ دوستوں کو بھی ، یاد کرلیا کر

ندانم ازچہ سبب رنگِ آشنائی نیست
نہ معلوم دوستی کا رنگ کیوں نہیں ہے؟
سہی قدانِ سیہ چشم وماہِ سیمارا
سیدھے قد والوں، کالی آنکھ والوں، چاند جیسے چہروں والوں میں

جزایں قدرنتواں گفت درجمال تو عیب
تیرے حسن میں اس کے سوا کوئی عیب نہیں بتایا جاسکتا ہے
کہ خالِ مہرووفانیست روئے زیبارا
کہ حسین چہرے میں مہرووفا کا تل بھی نہیں ہے

درآسماں چہ عجب گرز گفتۂ حافظ
کوئی تعجب نہیں اگر حافظ کے کلام کو آسمان میں
سماعِ زہرہ برقص آورد مسیحارا
زہرہ کا گانا ، مسیحا کو وجد میں لے آئے

............☆☆☆............

گلستان

از: مولانا شیخ سعدیؒ

درسیرت پادشاهان

بادشاہوں کی عادت کے بیان میں

حکایت پادشاہے راشنیدم کہ بکشتنِ اسیرے اشارت کرد

میں نے ایک بادشاہ کے بارے میں سنا کہ اس نے ایک قیدی کو قتل کرنے کا حکم دیا

بیچارہ دراں حالتِ نومیدی بزبانے کہ داشت مَلِک رادشنام دادن گرفت و

بیچارے نے اس ناامیدی کی حالت میں اپنی زبان میں بادشاہ کو گالیاں دینا اور

سِقط گفتن کہ گفتہ اند ہر کہ دست از جان بشوید ہر چہ در دل آید بگوید

سخت وست کہنا شروع کر دیا اس لئے کہ لوگوں نے کہا ہے جو کوئی جان سے ہاتھ دھولیتا ہے جو کچھ دل میں آتا ہے کہتا ہے

بیت

وقتِ ضرورت چونما ند گریز　　دست بگیرد سرِ شمشیر تیز

ضرورت کے موقع پر جب بھاگنا ممکن نہ رہے　　تو ہاتھ تیز تلوار کی نوک پکڑلیتا ہے

شعر

اِذَا یَئِسَ الْاِنْسَانُ طَالَ لِسَانُہٗ　　کَسِنَّوْرٍ مَغْلُوْبٍ یَصُوْلُ عَلَی الْکَلْبِ

انسان جب ناامید ہوجاتا ہے تو اس کی زبان دراز ہوجاتی ہے　　جیسے دبی ہوئی بلی کتے پر حملہ کر دیتی ہے

مَلِک پُرسید کہ چہ می گوید، یکے از وُزرائے نیک محضر گفت اے خداوند ہمی گوید

بادشاہ نے دریافت کیا کہ کہتا ہے؟　ایک نیک خصلت وزیر بولا اے بادشاہ وہ یہ کہہ رہا ہے

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ملک رارحمت آمد وازسرِ خون او

وہ لوگ بہت اچھے ہیں جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں   بادشاہ کو رحم آ گیا اور اس کو قتل کرنے کا خیال

درگذشت وزیرِ دیگر کہ ضدّ او بود گفت اَبنائے جنس مارا نشاید درحضرت پادشاہاں

ترک کر دیا   دوسرا وزیر جو اس وزیر کا مخالف تھا بولا' ہمارے ہم پیشہ لوگوں کے لئے مناسب نہیں ہے بادشاہوں کے

جز براستی سخنِ گفتن ایں ملک رادشنام داد و نا سزا گفت ملک روی ازیں

دربار میں سچی بات کے سوا کچھ کہنا۔ اس نے تو بادشاہ کو گالیاں دی ہیں اور نا مناسب باتیں کہی ہیں۔ بادشاہ اس بات کو سن کر

سخن درہم کشید و گفت آں دروغ کہ وے گفت پسندیدہ تر آمد مرا ازیں

ناراض ہوا اور بولا وہ جھوٹ جو اس وزیر نے بولا   مجھے اس سچ سے بہت پسند آیا

راست کہ تو گفتی کہ روئے آں در مصلحتے بود و بنائے ایں بر خبثے و خرد منداں

جو تو نے کہا   اس لئے کہ اس کا رخ نیکی کی طرف تھا اور اس سچ کی بنیاد خباثت پر اور عقلمندوں نے

گفتہ اند   دروغِ   مصلحت   آمیز   بہ   ازراستی   فتنہ   انگیز

کہا ہے مصلحت آمیز جھوٹ فتنہ برپا کردینے والے سچ سے بہتر ہے

شعر

ہر کہ شاہ آں کند کہ او گوید   حیف باشد کہ جزنکو گوید

جو شخص ایسا ہو کہ بادشاہ وہی کرتا ہو جو وہ کہہ دے   تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ وہ شخص نیکی کے سوا بات کہی

مثنوی

برطاقِ ایوانِ فریدوں نوشتہ بود

فریدوں کے محل کی محراب پر لکھا ہوا تھا

لطیفہ

جہاں اے برادر نہ ماند بہ کس   دل اندر جہاں آفریں بندوبس

اے بھائی دنیا کسی کے پاس نہیں ٹکتی   تو دنیا کے پیدا کرنے والے سے دل لگا اور بس

مکن تکیہ برمُلک دنیاؤ پشت — کہ بسیار کس چوں تو پرور دو کشت
دنیا کی حکومت پر سہارا اور بھروسہ نہ کر — کیونکہ دنیا نے تجھ جیسے بہت سے پالے اور مار ڈالے

چو آہنگ رفتن کند جانِ پاک — چہ برتخت مردن چہ بر روئے خاک
جب پاک جان (دنیا سے) روانگی کا ارادہ کرے — تو زمین اور تخت پر مرنا برابر ہے

حکایت۔۲ یکے از ملوکِ خراسان سلطان محمود سبکتگیں را بخواب دید کہ جملہ
خراسان کے ایک بادشاہ نے سلطان محمود سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ اس کا
وجودِ او ریختہ بودو خاک شدہ مگر چشمانش کہ ہمچناں در چشمخانہ ہمی گروید و نظر می کرد سائر
تمام بدن گل سڑ گیا اور خاک ہو گیا تھا لیکن اس کی آنکھیں اسی طرح آنکھوں کے حلقوں میں گھوم رہی ہیں اور دیکھ رہی ہیں۔
حکما از تاویلِ آں فروماند ند مگر درویشے کہ بجا آورد وگفت ہنوز نگراں ست کہ
تمام عقلمند اس خواب کی تعبیر سے عاجز آ گئے مگر ایک درویش جس نے تعبیر دی اور کہا ابھی تک دیکھ رہا ہے کہ
ملکش بادگران ست۔
اس کا ملک دوسروں کے پاس ہے۔

قطعہ

بس نامور بزیر زمیں دفن کردہ اند — کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند
بہت سے نامور لوگوں کو زمین کے نیچے دفن کر دیا ہے — جن کی ہستی کا روئے زمین پر ایک نشان بھی نہیں رہا

آں پیر لاشہ را کہ سپردند زیر خاک — خاکش چناں بخورد کز و استخواں نماند
وہ بوڑھا مردہ جن کو زمین کے سپرد کیا — مٹی نے اس کو ایسا کھایا کہ اس کی ہڈی بھی نہ بچی

زندہ است نامِ فرّخ نوشیرواں بعدل — گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند
نوشیرواں کا مبارک نام انصاف کرنے کی وجہ سے زندہ ہے — اگرچہ بہت زمانہ گذر گیا کہ نوشیرواں نہ رہا

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر — زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند
اے فلانے کوئی نیکی کر لے اور عمر کو غنیمت سمجھ — اس سے پہلے کہ یہ آواز آئے کہ فلاں نہ رہا

حکایت:

ملک زادہ راشنیدم کہ کوتاہ وحقیر بود و دیگر برادرانش بلند و

میں نے ایک شہزادہ کے بارے میں سنا کہ پستہ قد اور بدصورت تھا اور اس کے دوسرے بھائی لمبے اور

خوبروی بارے پدر بکراہت واستحقار درو ےنظرہمی کرد پسر بفراست و

خوبصورت تھے ایک مرتبہ باپ حقارت اور ناپسندیدگی سے اس کو دیکھ رہا تھا شہزادہ ذہانت اور

استبصار دریافت وگفت اے پدر کوتاہِ خردمند بہ کہ نادانِ بلند نہ ہر چہ

دانائی سے اس بات کو سمجھ گیا اور بولا اے ابا جان ٹھگنا عقلمند لمبے بے وقوف سے اچھا ہوتا ہے کیا یہ بات درست

بقامت کہتر بہ قیمت بہتر　　**فقرہ: اَلشَّاۃُ نَظِیفَۃٌ وَالْفِیلُ جِیفَۃٌ**

نہیں ہے کہ جو چیز قد میں چھوٹی ہوتی ہے قیمت میں بہتر ہوتی ہے　　بکری پاک ہے اور ہاتھی مردار

شعر

اَقَلُّ جِبَالِ الْاَرْضِ طُوْرٌ وَّاِنَّہٗ　　لَاَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ قَدْرًا وَمَنْزِلاً

کوہِ طور زمین کے چھوٹے پہاڑوں میں ہے اور یقیناً وہ　　قدر و منزلت میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے

قطعہ

آں شنیدی کہ لاغر دانا　　گفت بارے بابلہِ فربہ

آپ نے وہ بات سنی جو ایک دبلے عقلمند نے　　ایک مرتبہ موٹے بے وقوف سے کہی

اسپ تازی اگر ضعیف بود　　ہمچناں از طویلۂ خربہ

عربی گھوڑا کم زور ہو　　پھر بھی طویلے بھر گدھوں سے بہتر ہے

پدر بخندید وارکانِ دولت پسندیدند و برادراں بجاں برنجیدند

باپ ہنس پڑا اور ارکان دولت نے یہ بات پسند کی اور بھائیوں کو دلی صدمہ ہوا

قطعہ

تامرد سخن نہ گفتہ باشد　　عیب وہنرش نہفتہ باشد

جب تک آدمی نے بات نہ کہی ہو　　اس کا عیب وہنر چھپا ہوا ہوتا ہے

حکایت:

ملک زادہ راشنیدم کہ کوتاہ وحقیر بود ودیگر برادرانش بلند و

میں نے ایک شہزادہ کے بارے میں سنا کہ پستہ قد اور بدصورت تھا اور اس کے دوسرے بھائی لمبے اور

خوبروی بارے پدر بکراہت واستحقار دروے نظر ہمی کرد پسر بفراست و

خوبصورت تھے ایک مرتبہ باپ حقارت اور ناپسندیدگی سے اس کو دیکھ رہا تھا شہزادہ ذہانت اور

استبصار دریافت وگفت اے پدر کوتاہِ خردمند بہ کہ نادانِ بلند نہ ہر چہ

دانائی سے اس بات کو سمجھ گیا اور بولا اے ابا جان ٹھگنا عقلمند لمبے بے وقوف سے اچھا ہوتا ہے کیا یہ بات درست

بقامت کہتر بہ قیمت بہتر   **فقرہ: اَلشَّاۃُ نَظِیفَۃٌ وَالْفِیْلُ جِیفَۃٌ**

نہیں ہے کہ جو چیز قد میں چھوٹی ہوتی ہے قیمت میں بہتر ہوتی ہے   بکری پاک ہے اور ہاتھی مردار

شعر

اَقَلُّ جِبَالِ الْاَرْضِ طُوْرٌ وَّاِنَّہٗ   لَاَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ قَدْرًا وَمَنْزِلاً

کوہِ طور زمین کے چھوٹے پہاڑوں میں ہے اور یقیناً وہ   قدر و منزلت میں اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے

قطعہ

آں شنیدی کہ لاغر دانا   گفت بارے بابلہِ فربہ
آپ نے وہ بات سنی جو ایک دبلے عقلمند نے   ایک مرتبہ موٹے بے وقوف سے کہی

اسپ تازی اگر ضعیف بود   ہمچناں از طویلۂ خربہ
عربی گھوڑا کم زور ہو   پھر بھی طویلے بھر گدھوں سے بہتر ہے

پدر بخندید وارکانِ دولت پسندیدند و برادراں بجاں برنجیدند

باپ ہنس پڑا اور ارکان دولت نے یہ بات پسند کی اور بھائیوں کو دلی صدمہ ہوا

قطعہ

تامرد سخن نہ گفتہ باشد   عیب وہنرش نہفتہ باشد
جب تک آدمی نے بات نہ کہی ہو   اس کا عیب وہنر چھپا ہوا ہوتا ہے

آوردہ اند کہ سپاہ دشمن بسیار بود وایناں اندک و جماعتے آہنگ گریز کردند پسر

بیان کرتے ہیں کہ دشمن کے سپاہی بہت تھے اور یہ تھوڑے اور (ان میں سے) کچھ لوگوں نے بھاگنے کی ٹھانی شہزادہ

نعرہ بردو گفت اے مرداں بکوشید تا جامۂ زناں نپوشید سواراں را بگفتن

نے نعرہ مارا اور کہا اے بہادرو کوشش کرو خبردار ہرگز عورتوں کا جامہ نہ پہنو۔ اس کے کہنے سے سواروں کی

او تہوّر زیادہ گشت و بہ یک بار حملہ کردند شنیدم کہ ہمدراں روز بر دشمن ظفر

بہادری بڑھ گئی اور ایک بارگی حملہ کردیا میں نے سنا کہ اسی روز انہوں نے دشمنوں پر فتح

یافتند پدر سر وچشم را ببوسید و در کنار گرفت و ہر روز نظر بیش کرد تا ولیعہد خویش کرد

پالی باپ نے اس کے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوا اور اس پر افزوں توجہ کی یہاں تک کہ اسکو ولی عہد مقرر کردیا

برادرانش حسد بردند وزہر در طعامش کردند خواہرش از غرفہ بدید و دریچہ برہم زد پسر

اس کے بھائیوں نے حسد کیا اور اس کے کھانے میں زہر ملادیا۔ اس کی بہن نے کھڑکی سے دیکھ لیا اور کھڑکی بجادی۔ شہزاد

بفراست دریافت دست از طعام باز کشید و گفت محالست کہ ہنرمنداں بمیرند و بے ہنراں جائے ایشاں گیرند

ذہانت سے سمجھ گیا کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہنے لگا کہ یہ تو ناممکن بات ہے کہ ہنرمند مرجائیں اور بے ہنران کی جگہ سنبھال لیں۔

شعر

کس نیاید بزیرِ سایہ بوم ور ہما از جہاں شود معدوم

الو کے سایہ میں کوئی آنا پسند نہ کرے اگرچہ ہما دنیا سے ناپید ہوجائے

پدر را ازیں حال آگہی دادند برادرانش را بخواند و گوشمال بواجب داد پس ہر

لوگوں نے باپ کو یہ قصہ بتایا اس کے بھائیوں کو بلایا اور مناسب سزادی پھر ملک

یکے را از اطراف بلاد حصۂ مرضی معیّن کرد تا فتنہ فرو نشست و نزاع برخاست

اطراف میں سے ہر ایک کیلئے اس کی پسند کے مطابق ایک حصہ مقرر کردیا چنانچہ فتنہ ختم ہوا اور جھگڑا جاتا رہا

کہ دہ درویش در گلیمے بخسپند و دو باشاہ در اقلیمے نہ گنجند

کیونکہ دس فقیر ایک کمبلی میں سوجاتے ہیں اور دو بادشاہ ایک ولایت میں نہیں سماتے

قطعه

نیم نانے گر خورد مردِ خداے ‏ ‏ ‏ بذلِ درویشاں کند نیمے دگر
مرد خدا اگر آدھی روٹی کھاتا ہے ‏ ‏ ‏ تو دوسری آدھی فقیروں پر خرچ کردیتا ہے
مُلکِ اقلیمے بگیرد پادشاہ ‏ ‏ ‏ ہمچناں دربندِ اقلیمے دگر
اگر بادشاہ ایک ولایت کی حکومت حاصل کرلیتا ہے ‏ ‏ ‏ تو اسی طرح دوسری ولایت کی فکر میں لگا رہتا ہے

حکایت۔۴:

طائفہ دزدانِ عرب برسرِ کوہے نشستہ بودو منفذِ کارواں
عرب کے چوروں کا ایک گروہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر (قبضہ جما) بیٹھا تھا اور قافلہ کا راستہ

بستہ و رعیت بلداں از مکاید ایشاں مرعوب و لشکرِ سلطان مغلوب بحکمِ آنکہ
بند کردیا تھا اور شہروں کی رعایا اس کے مکروفریب سے ڈرتی تھی اور بادشاہ کا لشکر عاجز تھا چونکہ

ملاذے منیع از قلّۂ کوہے گرفتہ بودند و ماوائے و ملجائے خود کردہ مدبران
اس نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محفوظ جائے پناہ بنالی تھی اور اس کو اپنا ٹھکانا اور پناہ گاہ بنالیا تھا ان اطراف

ممالکِ آں طرف دردفع مضرتِ ایشاں مشاورت کردند کہ اگر ایں طائفہ
کے شہروں کے عقلمندوں نے اس کی نقصان رسانی کے رفع کرنے کا مشورہ کیا کہ اگر یہ گروہ

بریں نسق روزگارے مداومت نمایند مقاومت ممتنع گردد
اسی طور پر چند دن جمارہے گا تو پھر مقابلہ ناممکن ہوجائے گا۔

مثنوی

درختے کہ اکنوں گرفت ست پای ‏ ‏ ‏ بہ نیروئے شخصے برآیدز جائے
جس درخت نے کہ ابھی جڑ پکڑی ہے ‏ ‏ ‏ ایک آدمی کی طاقت سے اکھڑ جائے گا
وگر ہمچناں روزگارے ھلی ‏ ‏ ‏ بگردونش از بیخ برنگسلی
اور اگر تو اسی طرح اس کو ایک زمانہ تک چھوڑ دے گا ‏ ‏ ‏ تو گردوں کے ذریعہ بھی اس کو جڑ سے نہیں اکھاڑ سکتا
سرچشمہ شاید گرفتن بہ میل ‏ ‏ ‏ چو پرُشد نشاید گذشتن بہ پیل
چشمہ کا سوراخ ایک سلائی سے بند کیا جاسکتا ہے ‏ ‏ ‏ جب وہ بھرا تو ہاتھی کے ذریعہ بھی اسکو عبور نہیں کیا جاسکتا

سخن بریں مقرر شد کہ یکے رات راتجسسِ ایشاں برگماشتند وفرصت نگاہ می داشتند
یہ فیصلہ ہوا کہ ایک شخص کو ان کی سراغ رسانی پر مقرر کر دیا اور موقع کے متلاشی رہے

تا وقتیکہ بر سر قومے راندہ بود ومقام خالی ماندہ تنے چند مردانِ واقعہ
جس وقت وہ ایک قوم پر چڑھائی کرنے گیا ہوا تھا اور قیامگاہ خالی تھی چند آدمی جو تجربہ کار

دیدہ وجنگ آزمودہ رابفرستادند تا درشعبِ جبل پنہاں شدند شبانگاہے کہ
اور جنگ آزمودہ کو روانہ کر دیا چنانچہ وہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ گئے رات کے وقت

دزداں باز آمدند سفر کردہ وغارت آوردہ سلاح از تن بکشادند ورختِ غنیمت
جب چور واپس آئے سفر کئے ہوئے اور لوٹ کا مال لئے ہوئے تو انہوں نے بدن سے ہتھیار کھول دئے اور لوٹ کا

بنہادند نخستین دشمنے کہ بر سر ایشاں تاخت آورد خواب بود چندانکہ پاسے
مال ایک طرف رکھ دیا سب سے پہلا دشمن جوان پر حملہ آور ہوا نیند تھی یہاں تک کہ شب کا

از شب بگذشت
ایک حصہ گذر گیا

شعر

قرص خورشید درسیاہی شد   یونس اندر دہان ماہی شد
سورج کی ٹکیہ سیاہی میں چلی گئی (جیسا کہ)   حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے

مردان دلاور از کمین گاہ بدر جستند ودست یگاں یگاں بر کتف بستند بامداداں
بہادر لوگ اپنے چھپاؤ کی جگہ سے باہر نکل آئے اور ایک ایک کے ہاتھ مونڈھوں سے باندھ دیئے صبح کو

بدرگاہ ملک حاضر آوردند ہمہ را بہ کشتن فرمود۔ اتفاقاً دراں میاں جوانے بود
بادشاہ کے دربار میں حاضر کر دیا۔ سب کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اتفاقاً ان میں ایک نوجوان بھی تھا

کہ میوہ عنفوانِ شبابش نو رسیدہ وسبزہ گلستانِ عذارش نو دمیدہ یکے
کہ اس کی آغاز جوانی کا میوہ تازہ تھا اور اس کے رخسار کے باغ کا سبزہ نیا نیا اگا تھا ایک

از وزیراں پائے تخت ملک رابوسہ داد وروئے شفاعت بر زمیں نہاد

وزیر نے بادشاہ کے تخت کے پائے کو چوما اور سفارش کا چہرہ زمین پر رکھا

وگفت ایں پسر ہنوز از باغ زندگانی برنخوردہ است و از ریعان جوانی تمتع

اور کہا اس لڑکے نے ابھی زندگی کے باغ کا پھل بھی نہیں چکھا ہے اور جوانی کی ابتداء سے نفع

نیافتہ توقع بہ کرم و اخلاق خداوندی آنست کہ بہ بخشیدن خون او بر بندہ

نہیں اٹھایا ہے شاہی اخلاق و کرم سے توقع یہ ہے کہ اس کا خون معاف فرما کر اس خادم پر

منّت نہی ملک روی از یں سخن درہم آورد و موافق رائے بلندش نیامد و گفت

احسان فرمائیں گے بادشاہ کو اس بات سے غصہ آگیا اور یہ بات اس کی بلند رائے کے موافق نہ پڑی اور کہا

فرد

پرتو نیکاں نہ گیرد ہر کہ بنیادش بدست　　تربیت نا اہل راچوں گردگاں بر گنبدست

جس کی بنیاد بری ہے وہ بھلوں کا سایہ بھی اپنے پر نہیں پڑنے دیتا　　نااہل کی تربیت کرنا ایسا ہے جیسا کہ گنبد پر اخروٹ

نسل و بنیاد اینان منقطع کردن اولیٰ ترست کہ آتش کشتن و اخگر گذاشتن و

ان کی نسل و جڑ کو کاٹ ڈالنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ آگ کو بجھانا اور چنگاری چھوڑ دینا اور

افعی کشتن و بچہ اش نگاہ داشتن کارِ خردمنداں نیست

سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کو حفاظت سے رکھنا عقلندوں کا کام نہیں ہے۔

قطعہ

ابر گر آبِ زندگی بارد　　ہرگز از شاخ بید بر نہ خوری

اگر بادل آب حیات برسائے　　تو بھی تو بید کی شاخ کا پھل نہیں کھائے گا

بافرومایہ روزگار مبر　　کز نئے بوریا شکر نہ خوری

کمینے کے ساتھ وقت ضائع نہ کر　　کیونکہ بورئے کے توکل سے تو شکر نہیں کھائے گا

وزیر ایں سخن بشنید وطوعاً و کرہاً بہ پسندید و بر حسنِ رائے مَلِک آفریں خواند و

وزیر نے یہ بات سنی اور چاروناچار پسند کی اور بادشاہ کی رائے کی خوبی کی تعریف کی اور

گفت انچہ خداوند دام ملکہ فرمود عین صواب ست و مسئلہ بے جواب کہ اگر

کہا جو کچھ بادشاہ دام ملکہ نے فرمایا بالکل صحیح ہے اور بات ناقابل انکار اس لئے کہ اگر

درصحبت آں بداں تربیت یافتے طینتِ ایشاں گرفتے ویکے از ایشاں شدے
ان بروں کی صحبت میں پلتا تو ان کی فطرت اختیار کرتا اوران میں ہی کا ایک ہوتا

امّا بندہ امیدوار ست کہ بہ صحبتِ صالحاں تربیت پذیرد وخوئے خردمنداں
لیکن غلام کو امید ہے کہ نیکوں کی صحبت کا اثر قبول کرے گا اور عقلمندوں کی عادت اختیار

گیرد کہ ہنوز طفل ست وسیرتِ بغی وعنادِ آں قوم درنہاد او متمکّن نشدہ
کرے گا اس لئے ابھی بچہ ہے اوراس قوم کی سرکشی اور دشمنی کی عادت نے اس کی طبیعت میں جڑ نہیں پکڑی

ودرحدیث ست كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْيُمَجِّسَانِهٖ

اورحدیث شریف میں آیا ہے ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھراس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناڈالتے ہیں۔

قطعہ

پسرِ نوح بابداں بہ نشست خاندانِ نبوتش گم شد
حضرت نوحؑ کے بیٹے نے بروں کے ساتھ نشست وبرخاست اختیار کی اس سے نبوت کا خاندان چھوٹ گیا

سگِ اصحابِ کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد
اصحاب کہف کے کتے نے چند روز نیکوں کی صحبت اختیار کی آدمی بن گیا

ایں بگفت وطائفہ از ندمائے ملک باوے بہ شفاعت یار شدند تا ملک از سر
اس نے یہ کہا اور بادشاہ کے مصاحبوں میں سے ایک جماعت نے سفارش کرنے میں اس کا ساتھ دیا چنانچہ بادشاہ نے

خون او درگذشت وگفت بخشیدم اگرچہ مصلحت نہ دیدم
اس کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا اور فرمایا میں نے معاف کیا اگرچہ مناسب نہ سمجھا

رباعی

دانی کہ چہ گفت زال بارستم گرد دشمن نہ تواں حقیر وبے چارہ شمرد
تجھے معلوم ہے کہ زال نے رستم پہلوان سے کیا کہا دشمن کو بے چارہ اور کمزور نہ سمجھنا چاہئے

دیدیم بسے کہ آب سرچشمہ خرد　　چوں بیشتر آمد شتروبار بیرُد

ہم نے بہت سی مرتبہ دیکھا ہے کہ چھوٹے سے چشمہ کا پانی　　جب زیادہ ہوگیا تو اونٹ اور بوجھ کو بہا لے گیا!

فی الجملہ پسر رابناز ونعمت برآوردند واستاد ادیب رابتربیتِ اونصب کردند

خلاصہ یہ کہ لڑکے کو ناز ونعمت سے پرورش کیا اور ادب سکھانے والا استاد اس کو پڑھانے سکھانے کے لئے مقرر کردیا

تا حُسنِ خطاب وردِّ جواب وآدابِ خدمتِ ملوکش درآموختند ودرنظر ہمگناں پسند

چنانچہ انہوں نے بات چیت کا سلیقہ، جواب دینے کا طریقہ، اور بادشاہوں کی خدمت کے طریقے اس کو سکھادئے اور سب اس کو پسند

آمد بارے وزیر از شمائل اودرحضرت سلطان شمہ می گفت کہ تربیت عاقلاں درو

کرنے لگے۔ ایک مرتبہ وزیر اس کے اخلاق کا تھوڑا سا ذکر بادشاہ کے دربار میں کررہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ عقلندوں کے سکھانے پڑھانے

اثر کردہ است وجہل قدیم از جبلت او بدر بردہ ملک را ازیں سخن تبسم آمد وگفت

نے اس میں اثر کیا ہے اور پرانی نادانی اس کی طبیعت سے دور کردی ہے۔ بادشاہ اس بات پر مسکرایا اور کہنے لگا

بیت

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود　　گرچہ با آدمی بزرگ شود

انجام کار بھیڑئے کا بچہ بھیڑیا ہوتا ہے　　اگرچہ انسان کے ساتھ پل کر بڑا ہوا ہو

سال دو بریں برآمد طائفہ اوباش محلت درو پیوستند وعقد موافقت بستند

دوسال اس بات کو گذر گئے۔ محلے کے بدمعاشوں کا ایک گروہ اس سے میل کھا گیا اور انہوں نے اس سے دوستی کا عہد باندھ

تابوقت فرصت وزیر راو ہردو پسرش رابکشت ونعمت بے قیاس برداشت

لیا آخر موقع پاکر اس نے وزیر کو اور اس کے دونوں لڑکوں کو مار ڈالا اور لاتعداد دولت لے کر چلاگیا

ودر مغارۂ دُزداں بہ جائے پدر بہ نشست وعاصی شد ملک دستِ تحسّر

اور باپ کی جگہ چوروں کی گھائی میں رہنے لگا　　اور باغی ہوگیا بادشاہ نے افسوس سے انگلی

بدنداں گرفت وگفت

دانتوں میں دبائی اور فرمایا

قطعه

شمشیر نیک زآہن بدچوں کند کسے — ناکس بہ تربیت نہ شودا ے حکیم کس
برے لوہے سے عمدہ تلوار کوئی کیسے بنائے — اے عقلمند سکھانے پڑھانے سے نالائق نہیں ہوسکتا

باراں کہ درلطافت طبعش خلاف نیست — درباغ لالہ روید ودرشورہ بوم خس
بارش جس کی طبیعت کے پاکیزہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں — باغ میں لالہ اور شوریلی زمین میں جھاڑ اگاتی ہے

قطعه

زمین شورہ سنبل برنیارد — دروتخمِ عمل ضائع مگرداں
شوریلی زمین سنبل نہیں اگاسکتی — اس میں کوشش کا بیج ضائع نہ کر

نکوئی بابداں کردن چناں ست — کہ بدکردن بجائے نیک مرداں
بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہی ہے — جیسے نیکوں کے ساتھ بدی کرنا!

حکایت: (۵) سرہنگ زادۂ رادیدم بردرِسرائے اغلمش کہ عقل وکیاستے
میں نے ایک سپاہی زادہ کو اغلمش کے دروازے پر دیکھا جو کہ عقل سمجھ
وفہم وفراستے زائدالوٗصف داشت ہم ازعہدِخُردی آثارِ بزرگی درناصیۂ اوپیدا
دانائی اور ذہانت نا قابل بیان رکھتا تھا بچپن ہی سے بڑائی کے نشانات اس کی پیشانی سے ظاہر تھے۔

فرد

بالائے سرش زہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی
اس کے سر پر ہوشمندی کی وجہ سے بڑائی کا سارہ چمک رہا تھا

فی الجملہ مقبول نظر سلطان آمد کہ جمال صورت ومعنٰی داشت وخردمنداں
خلاصہ یہ کہ بادشاہ کی نظر پر چڑھ گیا چونکہ ظاہری وباطنی حسن رکھتا تھا اور عقلمندوں نے
گفتہ اندتوانگری بہ دل ست نہ بہ مال وبزرگی بہ عقل ست نہ بہ سال ابنائے
کہا ہے مالداری دل سے ہے نہ کہ مال سے اور بڑائی عقل سے ہے نہ کہ عمر سے اس کے ہم پیشہ
جنس اوبرمنصب اوحسد بردندوبہ خیانتے متہم کردندودرکشتن اوسعی
اس کے مرتبہ پر جلنے لگے اور ایک خیانت کی اس پر تہمت لگائی اور اس کے مار ڈالے جانے پر بے نتیجہ

بے فائدہ نمودند

کوشش کی

مصرع:۔ دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا کرسکتا ہے

مَلِک پرسید کہ موجبِ خصمیِ ایشاں درحقِ تو چیست گفت در سایہ دولت

بادشاہ نے دریافت کیا تجھ سے ان کی دشمنی کا کیا سبب ہے اس نے کہا بادشاہی حکومت کے

خداوندی دام ملکہ ہمگناں را راضی کردم مگر حسوداں کہ راضی نمی شوند اِلّا

زیر سایہ خدا اسے ہمیشہ برقرار رکھے میں نے سب کو راضی کرلیا ہے بجز حاسدوں کے کیونکہ وہ تو جب ہی راضی ہوں گے

بزوالِ نعمتِ من و دولت و اقبال حداوندی باقی باد۔

جب مجھ سے نعمتیں چھن جائیں۔ خدا کرے شاہی حکومت اور دبدبہ ہمیشہ باقی رہے

قطعه

توانم اینکہ نیاز ارم اندرون کسے　　حسود راچہ کنم کوزخود برنج درست

میں یہ کرسکتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں　　میں حاسد کا کیا کروں وہ تو خود بخود رنج میں ہے

بمیرتا بری اے حسود کیں رنجیست　　کہ از مشقتِ او جز بمرگ نتواں رست

اے حاسد تو مرجاتا کہ تو رہائی پالے اس لئے کہ یہ رنج تو ایسا ہے　　کہ اس کی تکلیف سے موت کے سوا چھٹکارا نہیں ہوسکتا

قطعه

شوربختاں بہ آرزو خواہند　　مقبلاں را زوال نعمت وجاہ

بدبخت تمنا سے نصیبہ دروں کے　　مرتبہ اور نعمت کا زوال چاہتے ہیں

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم　　چشمہ آفتاب راچہ گناہ

اگر تو ندے کی بیماری والا دن میں نہ دیکھے　　تو اس میں آفتاب کی ٹکیہ کا کیا قصور ہے

راست خواہی ہزار چشم چناں　　کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

اگر تو سچ کہلوانا چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا　　اندھا ہوجانا آفتاب کے سیاہ ہونے سے بہتر ہے

بوستان

از: مولانا شیخ سعدیؒ

حکایت در تدبیر پادشاہان وتاخیر کردن درسیاست

زدریائے عماں برآمد کسے — سفر کردہ ہامون ودریا بسے
ایک شخص دریائے عمان سے آیا — جو جنگل اور دریا کا بہت سفر کیے ہوئے تھا

عرب دیدہ و ترک و تاجیک وروم — زہر جنس درنفس پاکش علوم
جس نے عرب اور ترک اور تاجیک اور روم کو دیکھا تھا — اس کے پاک نفس میں ہر جنس کے علوم تھے

جہاں گشتہ و دانش اندوختہ — سفر کردہ و صحبت آموختہ
جو دنیا گھومے ہوئے اور سمجھ کو جمع کیے ہوئے تھا — بہت سفر کئے ہوئے اور صحبتیں اٹھائے ہوئے تھا

بہیکل قوی چوں تناور درخت — ولیکن فرو ماندہ بے برگ سخت
صورت میں تناور درخت کی طرح قوی تھا — لیکن بے سامانی کی وجہ سے سخت عاجز تھا

دو صد رقعہ بالائے ہم دوختہ — زحراق و اُو درمیاں سوختہ
دو سو پیوند ایک دوسرے پر سیے ہوئے — سوزش کی وجہ سے اور وہ درمیان میں جھلسا ہوا

بشہرے درآمد زدریا کنار — بزرگے دراں ناحیت شہریار
وہ دریا کے کنارے سے شہر میں آیا — ان اطراف میں ایک بڑا بادشاہ تھا

کہ طبعے نکونامی اندیش داشت — سرعجز برپائے درویش داشت
جو نیک نامی سوچنے والی طبیعت رکھتا تھا — عاجزی کا سر فقیروں کے پاؤں پر رکھتا تھا

بشستند خدمت گزارانِ شاہ — سروتن بحمّامش از گردِ راہ
بادشاہ کے خدمتگاروں نے دھویا — اس کا سر اور جسم حمام میں راستہ کی گرد سے

چوبر آستانِ مَلِک سرِ نہاد — نیایش کناں دست بربر نہاد

جب اس نے بادشاہ کی چوکھٹ پر سر رکھا　تعریف کرتے ہوئے سینہ پر ہاتھ رکھا

نرفتم دریں مملکت منزلے　کزآسیب آزردہ دیدم کسے
میں اس سلطنت میں کسی ایسی جگہ نہیں پہنچا　جہاں تکلیف سے کسی دل کو رنجیدہ دیکھا ہو

نہ دیدم کسے سرگراں از شراب　مگرہم خرابات دیدم خراب
میں نے کسی کو شراب سے مست نہ دیکھا　ہاں شراب خانے ویران دیکھے

مَلِک راہمیں مُلک پیرایہ بس　کہ راضی نگردد بآزارِ کس
بادشاہ کے لئے ملک کی یہی آراستگی کافی ہے　کہ کسی کی تکلیف سے خوش نہ ہو

سخن گفت وداماں گوہر فشاند　بنطقے کہ شہِ آستیں برفشاند
اس نے گفتگو کی اور موتیوں بھرا دامن بکھیرا　ایسی گویائی سے کہ بادشاہ جھوم گیا

پسند آمدش حسن گفتار مرد　بنزد خودش خواند واکرام کرد
اس کو اس شخص کی گفتگو کا حسن پسند آیا　اس کو اپنے قریب بلایا اور عزت بخشی

زرش دادو گوہر بشکرِ قدوم　پرسیدش از گوہروزاد بوم
اس کی تشریف آوری کے شکریہ میں اس کو سونا اور موتی دیئے　اس سے اس کی اصل اور وطن پوچھا

بگفت انچہ پرسیدش از سرگذشت　بقربت زدیگر کساں درگذشت
اس نے اپنی وہ سرگذشت سنائی جو اس نے دریافت کی　وہ بادشاہ سے قرب میں دوسروں سے بڑھ گیا

مَلِک بادل خویشتن رائے زد　کہ دستورِ مُلک ایں چنینے سزد
بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا　کہ ملک کی وزارت کا اس جیسا مناسب ہے

ولیکن بتدریج تا انجمن　بستی نخندند بررائے من
لیکن رفتہ رفتہ تاکہ مجلس والے　میری رائے کی کمزوری پر نہ ہنسیں

بعقلش بباید نخست آزمود　بقدر ہنر پایگاہش فزود
ابتداءً اس کو عقل میں آزمانا چاہئے　اس کے ہنر کے مطابق اس کا مرتبہ بڑھانا چاہئے

برد بردل از جور غم بارہا　کہ ناآزمودہ کند کارہا
دل پر غم کے ظلم کے بوجھ اٹھاتا ہے　جو شخص بدوں آزمائے کام کرتا ہے

زروشن دلیش مُلک پرتو گرفت
اس کے روشن دل سے سلطنت نے روشنی حاصل کی
وزیرِ کہن راغمِ نو گرفت
پرانے وزیر کو نئے غم نے آ پکڑا

ندید آں خردمندرا رخنہٗ
اس نے اس عقلمند میں کوئی خرابی نہ دیکھی
کہ دروے تواندزدن طعنہٗ
جس میں وہ طعنہ زنی کرسکتا

امین و بداندیش طشتند ومور
امانت دار اور مخالف کی مثال طشت اور چیونٹی کی سی ہے
نشاید درورخنہ کردن بزور
جو اس میں طاقت سے سوراخ نہیں کرسکتی ہے

مَلِک را دوخورشید طلعت غلام
بادشاہ کے دو نوکر جن کا چہرہ سورج کی طرح تھا
بسر بر کمر بستہ بودے مدام
ہمیشہ خدمت کے لئے سرہانے کمربستہ رہتے تھے

دو پاکیزہ پیکر چو حورو پری
دونوں پاکیزہ صورت حور اور پری کی طرح
چو خورشید وماہ از سہ دیگر بری
جیسے چاند سورج تیسرے سے پاک

دو صورت کہ گفتی یکے نیست بیش
دونوں کی ایسی صورتیں کہ تو کہے ایک دوسرے سے بڑھا ہوا نہیں ہے
نمودہ درآئینہ ہمتائے خویش
آئینہ میں اپنا جیسا دکھاتے تھے

سخنہائے دانائے شیریں سخن
شیریں کلام دانشمند کی باتوں نے
گرفت انداراں ہر دو شمشاد بن
ان دونوں شمشاد قد کے اندر اثر کیا

چودیدندکا وصاف خلقش نکوست
جب انہوں نے دیکھا کہ اس کی اخلاقی خوبیاں اچھی ہیں
بطبعش ہوا خواہ گشتند ودوست
تو طبعًا اس کے خیرخواہ اور دوست ہوگئے

دروہم اثر کرد میل بشر
انسانی خواہش نے اس میں بھی اثر کیا
نہ میلے چو کوتاہ بیناں بشر
لیکن ایسی خواہش نہیں جو ناعاقبت اندیشوں کو شر کے ساتھ ہوئی ہے

از آسایش انگہ خبرداشتے
اس کو آرام کا اس وقت پتہ چلتا
کہ درروئے ایشاں نظر داشتے
جب ان کا چہرہ دیکھ لیتا

چوخواہی کہ قدرت بماند بلند
اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا مرتبہ بلند رہے
دل اے خواجہ در سادہ رویاں مبند
تو اے صاحب! تو دل مردوں سے نہ لگا

وگر خود نباشد غرض درمیاں
اگرچہ کوئی غرض درمیان میں نہ آئے

وزیر اندریں شمۂ راہ برد
وزیر کو اس معاملہ میں کچھ موقع ملا

کہ ایں راندانم چہ خوانند وکیست
کہ میں اس کو نہیں جانتا کہ لوگ کیا کہہ کر پکارتے ہیں اور وہ کون ہے

شنیدم کہ بابند گانش سرست
میں نے سنا ہے کہ اس کا خادموں کی طرف رجحان ہے

سفر کرد گاں لا ابالی زیند
پردیسی بے پرواہ زندگی بسر کرتے ہیں

نشاید چنیں خیرہ روئے تباہ
ایسا بے حیا بے غیرت مناسب نہیں ہے

مگر نعمت شہ فرامش کنم
میں یقیناً شاہی نعمت کو فراموش کروں گا

بہ پندار نتواں سخن گفت زود
محض خیال سے بات جلد نہیں کہی جاتی

زفرما نبرانم کسے گوش داشت
میرے نوکروں میں سے ایک نے دیکھا

من ایں گفتم اکنوں ملک راست راہی
میں نے یہ عرض کردیا اب رائے بادشاہ کی ہے

بناخوب تر صورتے شرح داد
بہت برائی کے ساتھ واقعہ کی تفصیل کی

حذرکن کہ دار دبہیت زیاں
پھر بھی بچ اس لئے کہ یہ دبدبہ کے نقصان کا سبب ہے

بخبث ایں حکایت برشاہ برد
خباثت کی وجہ سے یہ معاملہ بادشاہ کے سامنے لے گیا

نخواہد بساماں دریں ملک زیست
وہ اس ملک میں عزت سے جینا نہیں چاہتا

خیانت پسندست وشہوت پرست
خیانت کو پسند کرنے والا اور شہوت پرست ہے

کہ پروردۂ ملک ودولت نیند
کیونکہ وہ اس ملک اور حکومت کے پلے ہوئے نہیں ہیں

کہ بدنامی آرد درایوانِ شاہ
جو شاہی محل میں بدنامی لائے

کہ بینم تباہی وخامش کنم
جبکہ تب ہی دیکھوں اور خاموش رہوں

نگفتم تراتا یقینم نہ بود
میں نے تجھ سے اس وقت تک ذکر نہ کیا جب تک یقین نہ آگیا

کزیناں دویکتن در آغوش داشت
کہ ان دونوں میں سے ایک کو وہ بغل میں دبائے تھا

چناں کازمودم تو نیز آزمای
جیسا میں نے آزمایا ہے آپ بھی آزمالیں

کہ بدمرد را نیک روزے مباد
خدا کرے برے شخص کو نیک دن نہ نصیب ہو

بداندیش برخورده چوں دست یافت
دشمن نے جب برائی پر قابو پالیا
درون بزرگان بآتش بتافت
بڑوں کے دل کو آگ سے جلایا

بخرده تواں آتش افروختن
چنگاری سے آگ روشن کرسکتے ہیں
پس آنگہ درختِ کہن سوختن
پھر پرانے درخت کو جلاسکتے ہیں

مَلِک راچناں گرم کرداین خبر
اس خبر نے بادشاہ کو ایسا گرم کردیا
کہ جوشش برآمد چومنجل بسر
کہ اس کو ایسا جوش آیا جیسا کہ سر پر درانتی چلی ہے

غضب دست درخونِ درویش داشت
غصہ نے فقیر کے خون میں ہاتھ رنگا
ولیکن سکوں دست درپیش داشت
لیکن بردباری نے روک دیا

کہ پرورده کشتن نہ مردی بود
کہ پالے ہوئے کو مارنا بہادری نہیں ہے
ستم درپئے داد سردی بود
داد ودہش کے بعد ظلم کرنا غلطی ہے

میازار پروردۂ خویشتن
اپنے پرورده کو مت ستا
چوتیر تو دارد بہ تیرش مزن
جب وہ تیرا ترکش سنبھالے ہوئے ہے تو اس کو تیر نہ مار

بنعمت نبایست پروردنش
نعمت سے اس کو نہ پالنا چاہے
چو خواہی بہ بیداد خوں خوردنش
جب تو ظلم سے اس کا خون پینا چاہتا ہے

ازوتا ہنر ہا یقینت نشد
اس کے ہنروں کا جب تک تجھے یقین نہ ہوگیا
درایوان شاہی قرنیت نشد
وہ شاہی محل میں تیرا مصاحب نہ بنا

کنوں تایقینت نگرد دگناه
اب جب تک خطا کا تجھے یقین نہ ہوجائے
بگفتار دشمن گزندش مخواه
دشمن کے کہنے سے اس کو نقصان نہ پہنچا

مَلِک دردل ایں راز پوشیده داشت
بادشاہ نے اس راز کو پوشیدہ رکھا
کہ قول حکیماں نیوشیده داشت
کیونکہ وہ داناؤں کی بات سنے ہوئے تھا

دلست اے خردمند زندانِ راز
اے عقل مند، دل راز کا قید خانہ ہے
چوگفتی نیاید بزنجیر باز
جب تو کہہ چکا تو وہ زنجیر سے واپس نہیں آسکتا

نظر کرد پوشیدہ درکارِ مرد
اس مرد کے کام کو پوشیدہ طور پر دیکھا
خلل دید در رای ہشیار مرد
ہوشیار مرد کی رائے میں خلل دیکھا

کہ ناگہ نظرزی یکے بندہ کرد
کہ اس نے اچانک ان دونوں میں سے ایک کی طرف دیکھا
پری چہرہ در زیرلب خندہ کرد
وہ پری جیسے چہرہ والا مسکرادیا

دوکس راکہ باہم بود جان وہوش
ایسے دو شخص کہ ان کی جان اور ہوش ایک ہوں
حکایت کنانندوایشاں خموش
آپس میں بات کرلیتے ہیں اور چپ رہتے ہیں

تودانی کہ صاحب نظر زیر زیر
تو جانتا ہے کہ چپکے چپکے دیکھنے والا
نگردد چو مستقی از دجلہ سیر
سیراب نہیں ہوتا جیسا کہ استقار کی بیماری والا دجلہ سے

مَلِک راگمانِ بدی راست شد
بادشاہ کے لئے بدی کا گمان یقینی ہوگیا
بسودا بروخشمگیں خواست شد
جنون سے اس پر غضبناک ہوناچاہا

ہم از حسن تدبیر ورائے تمام
پھر بھی حسن تدبیر اورمکمل رائے سے
بآہستگی گفتش اے نیک نام
چپکے سے اس کو کہا کہ اے نیک نام!

ترامن خردمند پنداشتم
میں نے تجھے عقلمند سمجھا
براسرارِمُلکت امیں داشتم
سلطنت کے رازوں پرامیں بنایا

گماں بردمت زیرک وہوشمند
میں نے تجھے عقلمند اور باہوش گمان کیا
ندانستمت خیرہ وناپسند
تجھے بے حیا اور ناپسند نہ جانا

چنیں مرتفع پایہ جائے تونیست
ایسا بلند مرتبہ تیری جگہ نہیں ہے
گناہ ازمن آمد خطائے تونیست
میری غلطی ہوئی تیری کچھ خطا نہیں ہے

کہ چوں بدگہرپرورم لاجرم
کہ جب میں کسی بداصل کی پرورش کروں تو یقیناً
خیانت روا دار دم درحرم
وہ میرے حرم میں خیانت کو روا رکھے گا

برآورد سرمرد بسیار داں
بہت کچھ جاننے والے مرد نے سراٹھایا
چنیں گفت باخسروِکارداں
ہوشیار بادشاہ سے یہ کہا

مراچوں بود دامن از جرم پاک
جب میرا دامن جرم سے پاک ہو
نیاید زخبث بداندیش باک
تو دشمن کی خباثت کی کوئی پرواہ نہیں ہے

بخاطر برم ہرگز ایں ظن نرفت
میری طبیعت پر ہرگز یہ خیال نہ گذرا تھا
ندانم کہ گفت ایں چہ برمن نرفت
نہ معلوم کس نے ایسی بات کہی ہے جو مجھ پر نہیں گذری

شہنشہ برآشفت کا نیک وزیر
بادشاہ نے بگڑکر کہا کہ اس وزیر نے
تعلل مینڈیش وحجت مگیر
اب بہانے نہ تراش اورحجت بازی نہ کر

تبسم کناں دست برلب گرفت
اس نے مسکراتے ہوئے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا
کزوہرچہ گوید نیاید شگفت
کہ وہ تو جو کچھ کہے اس پر تعجب نہیں ہے

حسودیکہ بیندبجائے خودم
وہ حاسد جو اپنی جگہ مجھے دیکھ رہا ہو
کجا بر زباں آورد جزبدم
اس کی زبان پر بدی کے علاوہ میرے متعلق اور کیا آسکتا ہے

من آں ساعت انگا شتم دشمنش
میں نے تو اس کو اسی وقت دشمن سمجھ لیا تھا
کہ بنشاندشہ زیردستِ منش
جب بادشاہ نے اس کو میرے ماتحت بٹھادیا تھا

چو سلطان فضیلت نہد برویم
جب بادشاہ مجھے اس پر فضیلت دے رہا ہے تو
نداند کہ دشمن بودف درپیم
بادشاہ یہ نہیں سمجھتا ہے کہ وہ میرے درپے دشمن ہے

مراتاقیامت نگیر دبد و ست
مجھے قیامت تک وہ آدمی دوست نہیں سمجھ سکتا
چوبیندکہ عِزِمن ذِلِ اوست
جو یہ دیکھ رہا ہو کہ میری عزت میں اس کی ذلت ہے

برنیت بگویم حدیثے درست
اس پر میں تجھے ایک صحیح قصہ سناتا ہوں
اگر گوش بابندہ داری نخست
اگر ابتداء آپ خادم کی بات سنیں

عالم جاہل کی شناخت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالم جاہل سے ڈرو تو صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ! جاہل عالم کون ہوتا ہے۔ فرمایا جو زبان کا عالم ہو لیکن دل کا جاہل ہو۔

تذکرۃ اولاولیا

از: حضرت فرید الدین عطارؒ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

تعارف :آپ حسن بصری کے ہم عصر ہیں۔آپ کا شمار بھی دینی پیشواؤں اور سالکان طریقت میں ہوتا ہے آپ کی پیدائش اپنے والد کے دور غلامی میں ہوئی۔ان کا نام دینار تھا۔ ظاہری اعتبار سے گو آپ غلام زادے ہیں لیکن باطنی طور پر فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہیں اور باعتبار کرامات وریاضت آپ کا درجہ بہت بلند ہے۔

دینار کی وجہ تسمیہ: ایک مرتبہ آپ کشتی میں سفر کررہے تھے اور منجدھار میں پہنچ کر جب ملاح نے کرایہ طلب کیا تو فرمایا میرے پاس دینے کو کچھ بھی نہیں ہے۔یہ سن کر اس نے بدکلامی کرتے ہوئے آپ کو اتنا زدوکوب کیا کہ آپ کو غش آ گیا اور جب غشی دور ہوئی تو ملاح نے دوبارہ کرایہ طلب کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم نے کرایہ ادا نہ کیا تو دریا میں پھینک دوں گا۔اسی وقت اچانک کچھ مچھلیاں منہ میں ایک ایک دینار دبائے ہوئے پانی کے اوپر کشتی کے پاس آئیں اور آپ نے ایک مچھلی کے منہ سے دینار لے کر کرایہ ادا کیا۔ملاح یہ حال دیکھ کر قدموں میں گر پڑا اور آپ کشتی میں سے دریا پر اتر گئے اور پانی میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔اسی وجہ سے لفظ دینار آپ کے نام کا حصہ بن گیا۔

خود غرضی واخلاص میں فرق: آپ نہایت خوبصورت اور بہت دولت مند تھے اور دمشق میں سکونت پذیر تھے اور حضرت معاویہ کی تیار کردہ مسجد میں اعتکاف کیا کرتے تھے ایک مرتبہ خیال آیا کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ مجھ کو اس مسجد کا متولی بنا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اعتکاف اور اتنی کثرت سے نمازیں پڑھیں کہ ہر شخص آپ کو ہمہ وقت نماز میں مشغول دیکھتا۔لیکن کسی نے بھی آپ کی طرف توجہ نہیں کی۔ پھر ایک سال بعد جب آپ مسجد سے برآمد ہوئے تو ندائے غیبی آئی کہ اے مالک! تجھے اب توبہ کرنی چاہئے۔ چنانچہ آپ کو ایک سال تک اپنی خودغرضانہ عبادت پر شدید رنج وشرمندگی ہوئی اور آپ نے اپنے قلب کو ریا سے خالی کر کے خلوص نیت کے ساتھ ایک شب عبادت کی تو صبح کے وقت دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک مجمع ہے جو آپس میں کہہ رہے ہیں کہ مسجد کا انتظام ٹھیک نہیں ہے لہٰذا اسی شخص کو متولی مسجد بنا دیا جائے اور تمام انتظامی امور اس کے سپرد کر دئے جائیں۔ اس کے بعد متفق ہو کر پورا مجمع آپ کے پاس پہنچا اور جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو عرض کیا کہ ہم باہمی متفقہ فیصلے سے آپ کو مسجد کا متولی بنانا چاہتے ہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ! میں ایک سال تک ریاکارانہ عبادت میں اس لئے مشغول رہا کہ مجھے مسجد کی تولیت حاصل ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا، اب جب کہ میں صدق دل سے تیری عبادت میں مشغول ہوا تو تیرے حکم سے تمام لوگ مجھے متولی بنانے آپہنچے اور میرے اوپر یہ بار ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن میں تیری عظمت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو اب تولیت قبول کروں گا اور نہ مسجد سے باہر نکلوں گا۔ یہ کہہ کر پھر عبادت میں مشغول ہو گئے۔

دنیاکی حقیقت: بصرہ میں کوئی امیر آدمی فوت ہوگیا اور اس کی پوری جائیداد اس کی اکلوتی کو ملی جو بہت خوبصورت تھی۔ ایک دن اس نے حضرت ثابت بنانی کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نکاح کرنا چاہتی ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ نکاح مالک بن دینار کے ساتھ ہو، تاکہ ذکر الٰہی اور دنیاوی کاموں میں وہ میری مدد کرسکیں۔ چنانچہ ثابت بنانی نے اس کا پیغام مالک بن دینار تک پہنچادیا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میں تو دنیا کو طلاق دے چکا ہوں اور چونکہ عورت کا شمار بھی دنیا ہی میں ہوتا ہے اس لئے طلاق شدہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ ایک مرتبہ آپ کسی درخت کے سایہ میں آرام فرمارہے تھے اور چشم دید گواہوں نے بتایا کہ ایک سانپ نرگس کی شاخ سے آپ کو پنکھا جھل رہا تھا۔

تکلیف کا انجام راحت ہے: آپ اکثر فرمایا کرتے کہ میں شرکت جہاد کا خواہش مند ہوں لیکن جب ایک موقع جہاد کا آیا تو مجھ کو ایسا بخار آیا کہ جانے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ چنانچہ اس غم میں ایک شب یہ کہتا ہوا سوگیا کہ اگر خدا کے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہوتا تو اس وقت بخار کبھی نہ آتا۔ پھر خواب میں دیکھا کہ ندائے غیبی سے کوئی کہہ رہا ہے کہ اے مالک! اگر آج تو جہاد کے لئے چلا جاتا تو قیدی بنالیا جاتا اور کفار تجھے سور کا گوشت کھلا کر تیرا دین ہی برباد کردیتے۔ لہٰذا یہ بخار تیرے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔ پھر میں نے بیدار ہوکر خدا کا شکر ادا کیا۔

کیفیت ولایت: کسی ملحد سے آپ کا مناظرہ ہوگیا اور دونوں اپنے کو حق پر کہتے رہے حتیٰ کہ لوگوں نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں کے ہاتھ آگ میں ڈلوادئے جائیں اور جس کا ہاتھ آگ

سے محفوظ رہے گا اسی کو حق پر تصور کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو بھی ضرر نہ پہنچا لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ دونوں برحق ہیں۔ لیکن آپ نے دل تنگ ہو کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ ستر سال میں نے عبادت میں گزار دئے مگر تو نے مجھے ایک ملحد کے برابر کر دیا۔ ندا آئی کہ اے مالک! تمہارے ہاتھ کی برکت سے ہی ایک ملحد کا ہاتھ بھی آگ سے بچ گیا۔ اور وہ تنہا آگ میں ہاتھ ڈال دیتا تو یقیناً جھلس جاتا۔

ایک مرتبہ جب آپ شدید بیمار ہو کر صحت یاب ہوئے تو کسی ضرورت کے تحت بہت ہی دشواری سے بازار تشریف لے گئے لیکن اتفاق سے اسی وقت بادشاہ کی سواری آ رہی تھی اور لوگوں کو ہٹانے کے لئے ایک شور بلند ہوا۔ آپ اس وقت اس قدر کمزور تھے کہ ہٹنے میں دیر ہو گئی اور پہرہ دار نے آپ کو ایسا کوڑا مارا کہ درد کے مارے آپ کے منہ سے یہ کلمہ نکل گیا کہ خدا کرے کہ تیرے ہاتھ قطع کروا دئے جائیں۔ چنانچہ دوسرے ہی دن کسی جرم کی پاداش میں اس کے ہاتھ کاٹ کر چوراہے پر ڈلوا دئے گئے، لیکن آپ کو اس کی حالت دیکھ کر بہت رنج ہوا۔

منقول ہے کہ ایک نوجوان بدمعاش آپ کا ہمسایہ تھا اور لوگ اس سے بہت پریشان رہتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے اس مظالم کی شکایت کی تو آپ نے اس کے پاس جا کر نصیحت فرمائی۔ چنانچہ اس نے گستاخی سے پیش آتے ہوئے کہا کہ میں حکومت کا آدمی ہوں اور کسی کو میرے کاموں میں دخیل ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے جب اس سے فرمایا کہ میں بادشاہ سے تیری شکایت کروں گا تو اس نے جواب دیا کہ وہ بہت ہی کریم ہے اور میرے خلاف کسی کی بات نہیں

سنے گا۔آپ نے فرمایا کہ اگر وہ نہیں سنے گا تو میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا۔اس نے کہا کہ وہ بادشاہ سے بھی بہت زیادہ کریم ہے۔یہ سن کر آپ واپس آ گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد جب اس کے ظالمانہ افعال حد سے زیادہ ہو گئے تو لوگوں نے پھر اس سے شکایت کی اور آپ پھر نصیحت کرنے جا پہنچے۔لیکن غائب سے آواز آئی کہ میرے دوست کو مت پریشان کرو۔آپ کو یہ آواز سن کر بہت حیرانی ہوئی اور اس نوجوان سے کہا کہ میں اس غیبی آواز کے متعلق تجھ سے پوچھنے آیا ہوں جو میں نے راستہ میں سنی ہے۔اس نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنی تمام دولت راہ خدا میں خیرات کرتا ہوں۔اور پورا سامان خیرات کر کے نامعلوم سمت کی طرف چلا گیا جس کے بعد سوائے مالک بن دینار کے کسی نے اس کو نہیں دیکھا اور آپ نے بھی مکہ معظمہ میں اس حالت میں دیکھا کہ بہت ہی کمزور مرنے کے قریب تھا اور کہہ رہا تھا کہ خدا نے مجھ کو اپنا دوست فرمایا ہے اس پر اور اس کے احکام پر جان و دل سے نثار ہوں اور مجھے علم ہے کہ اس کی رضا صرف عبادت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور آج سے میں اس کی رضا کے خلاف کام کرنے سے تائب ہوں۔یہ کہہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔

ایک مرتبہ کسی یہودی کے مکان کے قریب آپ نے کرایہ پر مکان لے لیا اور آپ نے حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا۔چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعہ پوری گندگی آپ کے مکان پر ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز جگہ ناپاک ہو جایا کرتی اور بہت عرصہ تک وہ یہ عمل کرتا رہا۔لیکن آپ نے کبھی شکایت نہیں کی۔ایک دن اس یہودی نے خود ہی آپ

سے عرض کیا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ کوتو کوئی تکلیف نہیں۔آپ نے فرمایا پرنالہ سے جو غلاظت گرتی ہے اس کو جھاڑو لیکر روزانہ دھوڈالتا ہوں۔اس لئے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔یہودی نے عرض کیا کہ آپ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جولوگ غصہ پر قابو پالیتے ہیں نہ صرف ان کے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں بلکہ انہیں ثواب بھی حاصل ہوتا ہے۔یہ سن کر یہودی نے عرض کیا کہ یقیناً آپ کا مذہب بہت عمدہ ہے کیونکہ اس میں دشمنوں کی اذیتوں پر صبر کرنے کو اچھا کہا گیا ہے اور آج میں سچے دل سے اسلام قبول کرتا ہوں۔

ضبط نفس :آپ برسوں تک ترش یا میٹھی چیزیں نہیں کھاتے تھے اور رات کو روکھی روٹی خرید کر افطار کرلیا کرتے ،ایک مرتبہ بیماری میں گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تو بازار سے گوشت کے تین پارچے خرید کر چلے،لیکن قصائی نے ایک شخص کو آپ کے پیچھے اس غرض سے بھیجا کہ یہ دیکھو کہ آپ گوشت کیا کریں گے۔آپ نے کچھ دور چل کر گوشت کو سونگھ کر فرمایا کہ اے نفس! سونگھنے سے زیادہ تیرا حصہ نہیں اور یہ کہہ کر وہ گوشت ایک فقیر کو دے دیا۔پھر فرمایا کہ اے نفس! میں تجھے کسی دشمنی کی وجہ سے اذیت نہیں دیتا بلکہ تجھ کو صبر کا مرتبہ حاصل کرانے کے لئے ایسا کرتا ہوں تا کہ اس کے بدلے تجھے لازوال نعمت حاصل ہو جائے۔پھر فرمایا یہ مثل میرے فہم سے بالاتر ہے کہ جو شخص چالیس دن گوشت نہیں کھاتا اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے۔جب کہ میں نے بیس سال سے گوشت نہیں چکھا اور میرے عقل میں کوئی کوتاہی نہیں ہوتی۔بلکہ کچھ زیادتی ہی نظر آتی ہے۔یہ

واقعہ اس شخص نے پورے کا پورا قصائی سے آ کر بیان کر دیا جس نے اس کو آپ کے پیچھے لگایا تھا۔

آپ نے بصرہ میں چالیس سال قیام کے باوجود کبھی ایک کھجور بھی نہیں کھائی اور لوگوں سے فرمایا کہ میں نے کبھی کھجور نہیں کھائی اور نہ کھانے سے نہ تو میرا پیٹ کم ہوا اور نہ تمہارا پیٹ بڑھ گیا لیکن چالیس سال کے بعد ایک مرتبہ کھجور کھانے کی خواہش ہوئی تو فرمایا کہ اے نفس! میں تیری خواہش کی کبھی تکمیل نہ ہونے دوں گا اور جب خواب میں آپ کو کھجور کھانے کا اشارہ ملا اور یہ فرمایا گیا کہ نفس پر سے پابندی ختم کر دے تو آپ نے بیداری کے بعد نفس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اس شرط کے ساتھ تیری تمنا پوری کر سکتا کہ تو ایک ہفتہ تک مسلسل روزے رکھے۔ چنانچہ نفس کشی کے لئے ہفتہ بھر کے روزے رکھے۔ اس کے بعد کھجوریں خرید کر مسجد میں لے گئے مگر وہاں کھانے سے قبل ایک لڑکے نے اپنے باپ کو آواز دے کر کہا کہ مسجد میں کوئی یہودی آ گیا۔ اس کا باپ یہودی کا نام سنتے ہی ڈنڈا لے کر دوڑا۔ لیکن آپ کو شناخت کر کے معافی کا خواستگار ہوتے ہوئے کہا کہ ہمارے محلہ میں دن میں یہودیوں کے سوا کوئی نہیں کھاتا اور سب لوگ روزہ رکھتے ہیں س اسی لئے بچہ کو آپ کے یہودی ہونے کا شبہ ہوا۔ آپ اس کی خطا معاف فرما دیں۔ یہ سنتے ہی آپ نے جوش میں آ کر فرمایا کہ بچوں کی زبان غیبی زبان ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بغیر کھجور کھائے ہوئے تو آپ نے یہودیوں میں شامل کر دیا اور اگر کہیں کھا لیتا تو نہ معلوم کفار سے بھی زیادہ میرا برا انجام ہوتا۔ لہٰذا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی کھجور کا نام بھی نہ لوں گا۔

گناھوں کا اثر: آپ کسی مریض کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور وہ چونکہ مرنے کے قریب تھا اس لئے آپ نے اس کو کلمہ پڑھنے کی تلقین فرمائی لیکن وہ کلمہ پڑھنے کے بجائے بار بار دس اور گیارہ کہتا رہا۔ پھر جب آپ نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا کہ میرے سامنے آگ کا ایک پہاڑ ہے اور جب میں کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو وہ آگ میری جانب جھپٹتی ہے۔ آپ نے جب لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود خور بھی تھا اور کم تولنے والا بھی۔ ایک مرتبہ بصرہ میں کسی جگہ آگ لگ گئی اور آپ جب اپنا عصا اور جوتے لے کر چھت پر چڑھے تو لوگوں کو ایسی مصیبت میں دیکھا کہ کچھ تو آگ میں جل رہے ہیں اور کچھ کود کر نکلنے کی کوشش میں ہیں اور کچھ اپنا سامان نکالنے کے چکر میں ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا کہ ہلکے پھلکے لوگ تو نجات پا گئے اور بھاری بھرکم لوگ ہلاک ہوئے اور قیامت کے دن بھی یہی منظر ہوگا۔

خوف خدا: ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان آپ کے ہمراہ سفر حج میں تھے اور جس وقت آپ نے لبیک اللھم لبیک پڑھنا شروع کیا تو آپ کے اوپر غشی طاری ہوگئی اور ہوش آنے کے بعد جعفر بن سلیمان نے غشی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اس خوف سے بے ہوش ہوگیا تھا کہ لا لبیک کی آواز نہ آجائے۔ جب آپ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ قرات کرتے تو مضطرب ہو کر رونے لگتے اور فرماتے کہ اگر یہ آیت قرآن کی نہ ہوتی تو میں کبھی نہ پڑھتا کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اے اللہ میں تیری عبادت کرتا ہوں اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔ حالانکہ ہم نفس کے ایسے پجاری ہیں کہ خدا کو چھوڑ کر دوسروں سے اعانت کے طالب ہوتے ہیں۔

آپ رات میں قطعاً آرام نہیں کرتے تھے اور ایک دن آپ کی صاجزادی نے کہا کہ آپ اگر تھوڑی دیر آرام فرمالیا کریں تو بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی! ایک طرف تو میں قہر الٰہی سے ڈرتا ہوں اور دوسری جانب یہ اندیشہ رہتا ہے کہ دولت سعادت کہیں مجھے سوتا دیکھ کر واپس نہ ہوجائے لوگوں نے جب اس جملہ کا مفہوم پوچھا تو فرمایا کہ میں نعمت تو اللہ تعالیٰ کی کھاتا ہوں اور اطاعت شیطان کی کرتا ہوں پھر فرمایا کہ اگر مسجد کے دروازے پر کوئی ہی صدا لگائے کہ سب لوگوں میں بدتر کون ہے؟ تو اسے مجھ سے بدتر کوئی نہیں ملے گا۔ حضرت عبداللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ مالک بن دینار کی عظمت کا اندازہ ان کے صرف اسی قول سے لگایا جاسکتا ہے۔

خودشناسی: کسی عورت نے آپ کو ریاکار کے نام سے آواز دی تو آپ نے فرمایا کہ بیس سال سے کسی نے میرا اصلی نام لے کر نہیں پکارا تھا۔ لیکن شاباش تو نے اچھی طرح پہچان لیا کہ میں کون ہوں۔ پھر فرمایا کہ جب میں مخلوق کو اچھی طرح پہچان لیا تو مجھ کو اس کی قطعاً خواہش نہیں رہی کہ مجھے کوئی نیک یا بد کہے اس لئے کہ میں نے ہر اچھا یا برا کہنے والے کو مبالغہ کرنے والا پایا۔ لہٰذا لوگ خواہ مجھے نیک کہیں یا بد میں روز حشر ان سے کوئی بدلہ نہیں لوں گا۔

اقوال زریں: فرمایا کہ جس سے قیامت کے دن کوئی فائدہ حاصل نہ ہو اس کی صحبت سے کیا فائدہ؟ کیونکہ اہل دنیا تو فالودہ کی طرح ہیں جو ظاہر میں خوش رنگ اور باطن میں بدمزہ ہوتا ہے اور اس دنیا سے اسی لئے اجتناب بہتر ہے کہ اس نے علماء کو بھی اپنا تابع بنالیا ہے۔ فرمایا کہ جو لغو باتیں زیادہ کرتا ہے اور عبادت کم، اس کا علم قلیل، قلب اندھا، اور عمر رائیگاں ہے کیونکہ میرے

نزدیک اخلاص سے بہتر کوئی عمل نہیں۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بذریعہ وحی حکم دیا کہ فولادی عصا لے کر زمین پر چلو اور ہر جدید اور عبرت انگیز شے کی جستجو کرو۔ اور اس وقت ہماری حکمت و نعمت کا مشاہدہ کرتے رہو، جب تک جوتے گھس نہ جائیں اور عصا ٹوٹ نہ جائے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ضبط و فکر سے کام لینا چاہئے جیسے عربی کا ایک مقولہ ہے ''دین ایک روشن دلیل ہے اور اس میں نرمی و آہستگی کے ساتھ مشغول رہو'' اور توارت میں ہے کہ ''ہم نے تمہیں اپنا مشتاق بنایا لیکن تم نہ بن سکے'' پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کی امت کو دو ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو جبرائیل اور میکائیل کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ اول نعمت یہ ہے **فاذکرونی اذکرکم** تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور دوسری نعمت یہ ہے۔ **ادعونی استجب لکم** تم مجھے پکارو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔ فرمایا کہ توراۃ میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول میں نے پڑھا ہے کہ اے صدیقین میرے ذکر سے دنیا میں آرام کے ساتھ زندگی گزارو کیونکہ دنیا میں میرا ذکر بہت بڑی نعمت ہے اور آخرت میں اس سے اجر عظیم حاصل ہوگا۔ فرمایا کہ بعض آسمانی کتابوں میں ہے کہ جو دنیا کو محبوب تصور کرتا ہے میرا ادنیٰ برتاؤ اس کے ساتھ یہ ہے کہ میں ذکر و مناجات کی لذت سے اس کو خالی کر دیتا ہوں اور جو شخص خواہشات دنیا کی طرف دوڑتا ہے شیطان اس کو فریب دینے کی اس لئے فکر نہیں کرتا کہ وہ تو خود ہی گمراہ ہے۔

منقول ہے کہ کسی نے مرتے وقت آپ سے وصیت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ تقدیر الٰہی پر راضی رہ تا کہ تجھ کو عذاب حشر سے نجات مل سکے۔ پھر کسی شخص نے اس کے انتقال کے

بعد خواب میں جب اس کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ گو میں بہت ہی گناہگار تھا لیکن صرف حسن خیال کی وجہ سے میری نجات ہوگئی جو مجھے اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی پر تھا۔

صبر کا پھل: کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کو اور محمد واسع کو بہشت کی جانب لے جایا جارہا ہے۔اس بزرگ کے دل میں خیال آیا کہ دیکھو مالک بن دینار جنت میں پہلے پہنچتے ہیں یا محمد واسع۔چنانچہ یہ دیکھ کر مالک بن دینار کو پہلے داخل بہشت کیا۔بزرگ نے پوچھا کہ محمد واسع تو مالک بن دینار سے زیادہ عامل وکامل تھے۔ملائکہ نے جواب دیا کہ تم صحیح کہتے ہو کہ محمد واسع کے پاس پہننے کیلئے دولباس تھے اور مالک کے پاس صرف ایک۔لہٰذا صبر وضبط کونسبت مالک کی طرف زیادہ ہے۔اس لئے انہیں جنت میں پہلے بھیجا گیا۔

فنافی الشیخ، فنافی الرسول اور فنا فی اللہ کا حصول

اے جانِ عزیز! سنو راہ باطن ،معرفتِ توحید، خدارسیدہ ہونا،اور تینوں مراتب یعنی فناء فی الشیخ ،فنافی الرسول اور فنافی اللہ کا حصول محال ہے کیونکہ ہر ایک مراتب میں طرح طرح کے ذکر ،مشاہدات واحوال ہیں۔اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس زمانے میں کوئی ولی اللہ ارشاد۔دستِ بیعت اور تلقین کے لائق نہیں۔تو سمجھو کہ وہ شیطانی حیلہ اور ٹال مٹولا کرتا ہے اور نفس اسے فریب دے رہا ہے اور وہ متکبر ہے۔ایسے خیالات معرفت الٰہی سے محروم رکھتے ہیں اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے نصیب ہیں۔ایسے لوگ جاسوس، راہزن، ڈاکہ زن، غیبت گو، عیب جو ہوتے ہیں اگرچہ ظاہر میں عالم ہوتے ہیں لیکن باطن کے پکّے جاہل ہوتے ہیں۔

............فتوح الغیب

قلب میں خدا کے سوا کسی کو جگہ نہ دو

☆ از: شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت شیخ فرماتے ہیں! کہ اتباع نفس سے اجتناب کرتے ہوئے اس سے یکسوئی اختیار کرلو۔ پھر اپنی ملکیت سے معزول ہو کر سب کچھ سپرد خدا کردو اور اپنے قلب کے دروازے پر اس طرح پہرہ دو کہ اس میں احکامات الٰہیہ کے علاوہ اور کوئی چیز داخل نہ ہوسکے۔ اور ہر اس شے کو گوشہ قلب میں جاگزیں کرلو جس کا تم کو خدا نے حکم دیا ہے اور ہر اس شے کا داخلہ بند کردو جس سے تمہیں روکا گیا ہے۔ اور جن خواہشات کو تم نے اپنے قلب سے نکال پھینکا ہے ان کو دوبارہ کبھی داخل نہ ہونے دو اور خواہشات کے اخراج کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی اتباع ترک کرکے کسی حالت میں بھی ان کی پیروی نہ کی جائے۔ اور قلب میں خواہشات کے داخل نہ کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی متابعت وموافقت نہ کرتے ہوئے خدا کے ارادے کے سوا اور کسی بھی قسم کا ارادہ قلب میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس مقام سے جو لوگ دور ہیں وہ زحمتوں کی بستی میں آباد ہیں جس کا ماحصل تباہی اور ہلاکت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور ایسے لوگ خدا کی نظروں سے گر کر اس کے حجاب کا موجب بن جاتے ہیں۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس کے حکم کی پابندی کرو اور جس چیز سے اس نے منع کیا ہے اس سے حتی المقدور احتراز واجتناب کرتے رہو۔ اور مخلوقات میں سے کسی کو بھی اس کا شریک نہ بناؤ۔ اور یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ تمہاری ہر خواہش اور ہر ارادہ خدا تعالیٰ ہی کا پیدا کردہ ہے

لہٰذا تم نہ تو کوئی خواہش کرو اور نہ اپنی جانب سے کوئی ارادہ قائم کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا شمار مشرکین میں ہونے لگے۔ اسی لئے باری تعالیٰ فرمادیا ہے کہ ''جو شخص اپنے رب کے دیدار کی تمنا کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اعمال صالحہ کرتا رہے۔ اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔'' درحقیقت شرک اصنام پرستی ہی کا نام نہیں اپنی خواہشات کی اتباع کو بھی شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور خدائے عزوجل کے علاوہ دنیا و مافیہا اور آخرت کی کسی شے کو بھی محبوب تصور کرنا داخل شرک ہے۔ اور چونکہ ماسوا اللہ ہر شے کو غیر اللہ سے موسوم کیا جائے گا۔ اس لئے جب تم غیر اللہ کی خواہش کرو گے تو یقیناً تمہیں خدا کے ساتھ شرک کرنے والا قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا اس سے گریز کرتے ہوئے اس نوع کے شرک سے خائف رہ کر خود کو مامون تصور مت کرو اور ہمیشہ اپنے احوال کی تفتیش کرتے ہوئے کسی حالت میں بھی غافل ہو کر اطمینان سے نہ بیٹھو اور کسی حال و مقام کو بھی اپنے نفس کی جانب منسوب نہ کرتے ہوئے ہرگز اس کے دعویدار نہ بنو اور جو حال و مقام تمہیں عطا کیا گیا ہے اس کے متعلق کبھی لب کشائی نہ کرو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی ہر روز ایک نئی شان ہوا کرتی ہے جس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اور اس کی ذات بندے اور اس کے قلب کے مابین حائل ہوا کرتی ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ جس حال و مقام کی تم نے دوسروں کو خبر دے دی ہے وہ تم سے سلب کر لی جائے اور جس مقام کے تم دعویدار تھے وہ مقام و مرتبہ ہی ختم کر دیا جائے۔ اور تمہیں خواہ مخواہ اس شخص سے شرمندہ ہونا پڑے جس کو تم نے اپنے مقام سے مطلع کیا تھا۔ لہٰذا تمہارا فرض ہے کہ اس مقام کو صرف اپنے قلب ہی تک محدود رکھتے ہوئے کسی دوسرے کو اس سے باخبر نہ کرو۔ اور اگر تم اپنے موجودہ حال و مقام پر قائم رہو تو اس کو خدا کا انعام تصور کرتے ہوئے اس کا شکر بجالاؤ اور اس میں کسی قسم کی زیادتی کو نظر انداز کر کے مزید اضافے کی دعاء کرتے رہو۔ اور

اگر اس موجودہ حال کے علاوہ کوئی دوسرا حال ہے جس میں علم و معرفت اور نور کی زیادتی ہو تو وہ تمہارے لئے باعث ترقی ہے جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم جب کسی آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں تو اس کے بجائے اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں"۔ اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ خدا ہر شے پر قادر ہے۔ لہٰذا اس کو اپنی قدرت سے عاجز تصور نہ کرو۔ اور نہ اس کی تقدیر وتدبیر پر اتہام لگاؤ۔ اور نہ اس کے وعدوں پر کسی قسم کا شک وشبہ کرو اس کے بعد ہی تم حضورؐ کے اسوۂ حسنہ میں داخل ہو سکو گے۔ اس لئے کہ حضور اکرمؐ پر آیات کا نزول بھی ہوا اور ان آیات کو معمول بنا کر مسجد و محراب میں سنایا بھی جاتا رہا اور مصحفوں میں اندراج بھی ہوا اور انہیں تبدیل کر کے ان کی جگہ دوسری آیتیں بھی ثبت کر دی گئیں۔ یہ تو تھی حضورؐ کی شرعی اور ظاہری حالت۔ لیکن آپ کے باطنی علم واحوال سے خدا ہی واقف ہے یا خود آپ کی ذات مبارک کو اس کا علم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ آپ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میرے قلب کو ڈھانپ لیا جاتا تھا تو میں ہر یوم ستر مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک سو مرتبہ استغفار کرتا تھا اور آپ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ کو ایک حال سے دوسرے حال کی جانب منتقل کیا جاتا رہتا تھا اور آپ کو منازل قرب اور غیب کے میدانوں کی سیاحت بھی کرائی جاتی تھی اور آپ کی نورانی خلعتیں بھی تبدیل ہوتی رہتی تھیں۔ اس وقت آپ یہ محسوس فرمایا کرتے تھے کہ پہلی حالت سے دوسری حالت پر ترقی کے وقت حدود کی حفاظت میں کوتاہی سرزد ہوئی ہے اسی وجہ سے آپ کو استغفار کی ہدایت فرمائی جایا کرتی تھی۔ اس لئے کہ بندے کے حق میں حالت استغناء سب سے بہتر حالت ہے۔ کیونکہ اس حالت میں بندہ اعتراف گناہ کرتا رہتا ہے۔ اور بندے کا توبہ استغناء پر قیام۔ یہ دونوں ایسی صفات ہیں جو حضرت آدمؑ سے لے کر حضور اکرمؐ تک میراث میں عطا کی گئی ہیں۔

حضرت آدمؑ کو جس وقت ظلمت اور عہد و پیان کی فراموشی نے، نیز جنت میں ہمیشہ رہنے کی خواہش نے، اور ایسے محبوب کی ہمسائیگی نے جو رحمان و منان ہے اور اپنے سامنے ملائکہ کی تحیت وسلام کی حاضری نے ان کی مصفا حالت کو پوشیدہ کر دیا ان کے نفس کی خواہش ظاہر ہو گئی اور خدا کے ارادے میں اپنے ارادے کو شامل کر دیا تو ان کے ارادے میں شکستگی پیدا ہوئی اور ان کی پہلی حالت کو تبدیل کر کے ان کے مقام ولایت سے تنزل کر دیا گیا اور انوار کو ظلمات میں تبدیل کر کے ان کی مصفا حالت کو اور بھی مکدر کر دیا گیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے ان کو متنبہ کرتے ہوئے اپنی پاکیزگی کی یاد تازہ فرمائی اور آپ کو اعترافِ فراموشی سکھایا۔ اور اقرار کی تلقین فرمائی۔ اس وقت آپ نے خدا سے عرض کیا کہ،،اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو ہمیں معاف نہیں فرمائے گا تو ہم خسارے میں رہ جائیں گے''۔

پھر حضرت آدمؑ کو انوار ہدایت۔ علوم توبہ، معارف و مصالح اور جو چیزیں ان سے پوشیدہ تھیں اور جن کا ظہور اس سے قبل نہیں ہوا تھا سب ہی کچھ حاصل ہو گئے۔ پھر ان کے ارادوں کو اپنے ارادوں میں تبدیل کر کے انہیں ولایت کبریٰ کے مقام پر فائز کر دیا گیا۔ اور دنیا و آخرت میں انہیں طمانیت عطا کر دی گئی۔ اور یہ دنیا ان کی اولاد کے لئے آرام گاہ بن گئی۔ اور آخرت بھی ان کے لئے جائے پناہ اور ہمیشہ قیام کی جگہ بن گئی لہٰذا تمہارے سامنے خدا کے حبیب رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے والد حضرت آدمؑ کا اسوہ موجود ہے کہ انہوں نے ہر حال میں اعتراف تقصیر کرتے ہوئے ہر لحہ استغفار کیا اور بارگاہ رب العزت میں ہمیشہ اظہار عجز کرتے رہے لہٰذا تمہارے اندر بھی یہ عادت ہونی چاہئے کہ کسی حال میں بھی ہو طلب مغفرت کو فراموش نہ کرو۔

☆☆☆☆☆☆

”خدا کا قرب کیسے حاصل ہو“

حضرت شیخ فرماتے ہیں! کہ جب تمہارے اوپر کوئی کیفیت یا حال طاری ہو خواہ وہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ تو تمہیں چاہئے کہ اس حال کے سوا کسی دوسرے حال کو اختیار نہ کرو۔ اس لئے کہ جب تم شاہی محل کے پاسبان ہو تو تمہیں ہرگز یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ تم محل کے اندر بھی داخل ہو سکو۔ جب تک کہ تم جبراً یا غیر اختیاری شکل میں داخل نہ کر دیا جائے یا تمہیں تاکیداً حکم دے کر اندر نہ بلالیا جائے۔ لیکن صرف اِذنِ داخلہ ہی تمہارے لئے کافی نہیں ہے۔ کیونکہ اس بات کا امکان ہے کہ منجانب بادشاہ یہ اجازت محض ایک مکروفریب کی صورت میں ہو یا اس سے تمہارا امتحان مقصود ہو۔ لہٰذا تم اس وقت تک صبر وضبط سے کام لو جب تک تمہیں داخلے پر مجبور نہ کر دیا جائے۔ اس شکل میں چونکہ یہ اجازت بادشاہ کی جانب سے حاصل ہوگی۔ اس لئے تم عقوبت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ تمہیں تو سزا اس وقت دی جاسکتی ہے جب کہ تمہارا یہ ذاتی فعل ہو۔ اور تمہاری بدبختی تمہیں کھینچ کر پہنچادے اور تم نے داخلہ کے لئے حرص و بے صبری کا ثبوت پیش کیا ہو اور تمہیں جس منصب پر کھڑا کیا گیا ہے اس پر تم رضا مند نہ ہو۔ لہٰذا جس وقت تم حکم شاہی کے ذریعہ اندر داخل ہو جاؤ تو نظریں جھکا کر مودبانہ طریقے سے تمہیں جس خدمت کا حکم دیا گیا ہو اس میں مشغول ہو جاؤ۔ اور ترقی مراتب کی ہرگز تمنا نہ کرو۔ جیسا کہ باری تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا

ہے کہ "آپ ان چیزوں کو نظر بھر کر نہ دیکھئے جو ہم نے کفار کے جوڑوں کے لئے بطور آسائش کے فتنے میں مبتلا کرنے کیلئے عطا کی ہیں اور آپ کے رب کا رزق بہت ہی بہتر رزق ہے"۔ اس قول میں متبعین رسالمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک عظیم درس ہے کہ انہیں جس حال میں بھی رکھا جائے اس پر راضی برضا رہتے ہوئے اسکا تحفظ کریں"۔ اور آپ کے رب کا رزق بہت ہی بہتر رزق ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو جو چیزیں مثلاً خیر، نبوت، علم، قناعت، صبر، ولایت دین کے سلسلہ میں عطا فرمائی گئی ہیں وہ آپ ہی کی ذات والا صفات کے لئے مخصوص و محصور ہیں۔ اوران چیزوں سے کہیں افضل ہیں جو دوسروں کو عطا کی گئی ہیں اور مکمل خیر کا مفہوم بھی یہی ہے کہ راضی برضا رہتے ہوئے اپنے حال کا تحفظ کیا جائے اور اس کے ماسوا سے توجہ ختم کردی جائے۔ کیونکہ کوئی حال بھی ان تین چیزوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اول یہ کہ وہ تمہارے مقدر ہی میں نہ ہو۔ دوم یہ کہ تمہارے سوا وہ کسی اور کے لئے مقدر ہو چکا ہو اور تیسرے یہ کہ وہ کسی کا بھی نوشتۂ تقدیر نہ ہو۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ حال و کیفیت تخلیق ہی کی آزمائش و ابتلاء کیلئے کی ہو۔ اور جو کچھ تمہاری قسمت کا ہے وہ تم کو ضرور حاصل ہوگا خواہ تم خواہش کرو یا نہ کرو۔ لیکن یہ بات تمہارے ہرگز سزاوار نہیں کہ اس کی طلب میں تمہاری جانب سے سوئے ادبی یا کسی شر کا ظہور ہو۔ اس لئے کہ ایسا کرنا مقبولیت کا حامل نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وہ کسی دوسرے کے مقدر کا ہے تو اس کے حصول کے لئے تمہیں تکلیف گوارا کرنا قطعاً بے سود ہے۔ کیونکہ نہ تو کسی طرح تم اس کو حاصل کرسکتے ہو اور نہ تمہاری وہاں تک رسائی ہوسکتی ہے۔ اور اگر وہ کسی کی بھی قسمت میں نہیں ہے بلکہ محض ایک فتنہ و آزمائش کے طور پر

ہے تو ایک دانشمند اس کو کیونکر قبول کر سکتا ہے کہ جان بوجھ کر خود کو مبتلائے مصیبت کر لے۔ پھر جب یہ کلیہ مسلّم ہے کہ مکمل خیر وسلامتی اپنے احوال کے تحفظ ہی میں ہے تو اگر تم شاہی محل میں داخل ہونے کے لئے زینے کے ذریعہ سیڑھیاں طے کرتے ہوئے پہنچ جاؤ تو تمہیں اس طور سے رہنا چاہئے کہ جیسا ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ مودبانہ طور پر نظریں نیچی کئے آداب شاہی کو ملحوظ رکھ کر اپنی خدمت میں مصروف ہو جاؤ۔ بلکہ کچھ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ تم قرب شاہی کی وجہ سے خطرے اور ہلاکت سے بھی قریب تر ہو چکے ہو۔ لہٰذا ہرگز اس کی خواہش نہ کرو کہ تمہارا موجودہ حال تبدیل ہو جائے یا اعلیٰ اور ادنیٰ حال کی جانب تمہیں لے جایا جائے۔ بلکہ اپنے حال موجودہ کے بقاء کی بھی تمنا نہ کرو اور نہ اپنے موجود وصف کی تبدیلی کی خواہش کرو۔ کیونکہ تمہیں اس سلسلے میں کوئی اختیار ہی حاصل نہیں ہے۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ کفران نعمت کے مرادف ہوگا جس کی وجہ سے تم دنیا و آخرت دونوں جگہ رسوا ہو جاؤ گے۔ لہٰذا تمہارا عمل ہمیشہ وہی ہونا چاہئے جیسا کہ ہم بیان کرتے چلے آرہے ہیں تاکہ تمہیں ترقی دے کر اس مقام تک پہنچا دیا ہے جو تمہارا نوشتۂ تقدیر ہے۔ پھر اس وقت تمہیں خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ یہ مقام بھی خدا ہی کا عطا کردہ ہے۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ تم اس پر مستحکم طریقے سے قائم رہتے ہوئے ہمیشہ اسی پر عمل پیرا رہو۔ کیونکہ اولیائے کرام کے لئے احوال ہوا کرتے ہیں۔ اور ابدالین کے مقامات۔ خدا ہی معاون و مددگار رہے کہ تمہیں ہدایت یافتہ فرما دے۔

☆☆☆☆☆☆

معارف شمس وتبریز

مرتب: حکیم محمد اختر صاحب

"مقام غم عشق وآہ دل"

شعر خوکیست اندر راہ دل کورانبا شد آہ دل
کارآں وے دارد کہ او غرقابہ اللہ شد

ترجمہ وتشریح: جس قلب کوآہ کا مقام حاصل نہیں یعنی جس سینے میں دل درد آشنا نہیں اور شدت درد سے خوگر آہ نہیں وہ دل اس لائق نہیں کہ محبوب اس میں راہ کر سکے وہ دل اس کام کے لئے لائق ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق ہوجاوے۔

شعر چوں غرق دریا می شوی دریات برسری نہد
چوں یوسفے چاہے کہ آواز چاہ سوئے جاہ شد

ترجمہ وتشریح: جب تو دریا میں غرق ہوجاتا ہے تو دریا تجھے اپنے سر پر رکھتا ہے اور جب سیدنا یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ڈالے گئے تو وہ چاہ (کنواں) ان کی جاہ کا سبب بن گیا۔ مطلب یہ کہ جس فنائیت سے تو ڈرتا ہے وہی تیرے بقا کا سبب ہے۔

قال رابگذار مردحال شو پیش مرد کامل پامال شو (رومی)

ترجمہ: قال یعنی تکبر کو چھوڑ دو اور صاحب حال بن جاؤ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مرد کامل کے سامنے اپنے کو مٹادے یعنی خودرائی ترک کر کے اس کی رائے پر چند دن عمل کرلو۔

نہ جانے کیا سے کیا ہوجائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستار فضیلت گم ہو دستار محبت میں (مولانا محمد احمد صاحب)

"مشاہدۂ انوار در ذکر"

شعر

برچرخ سحرگاہ یکے ماہ عیاں شد واز چرخ بزیر آمد ودر ما نگراں شد

ترجمہ وتشریح: سحر گاہ ۔شب آخر نصف شب کے بعد ہم جو ذکر ونوافل میں مشغول ہوئے تو ایک چاند نمودار ہوا، مراد اس سے حق تعالیٰ کی تجلی خاص ہے جو سالکین کو حالت ذکر میں کبھی منکشف ہوتی ہے اور وہ تجلی خاص آسمان سے نزول کرتی ہوئی ہمارے اندر داخل ہوگئی

شعر

چوں باز کہ کبکے برباید بگہہ صید بربود مرا ازمن وتاچرخ رواں شد

ترجمہ وتشریح: جس طرح کہ باز کبھی بڑے جانور کے شکار سے قطع نظر کرکے کوئی کبک (چھوٹی چڑیا) شکار کرلیوے اسی طرح وہ تجلی خاص نمودار ہوئی اور مجھے شکار کرگئی اور (مجھ سے جدا کرکے) یعنی عالم بے خودی میں مجھے آسمان تک لے کر اڑ گئی۔

شعر

درجان چونظر کردم جز ماہ ندیدم تاسرّ تجلی ازل جملہ بیان شد

ترجمہ وتشریح: میں نے جان کے اندر غور کیا تو سوائے اس تجلی خاص حق کے مجھے کچھ نظر نہ آیا یہاں تک میری روح ایسی منور ہوگئی کہ وجود باری تعالیٰ کے بہت سے اسرار ظاہر ہوگئے۔

شعر

نہ چرخ فلک جملہ دراں ماہ فرو شد　　کشتی وجودم ہمہ در بحر نہاں شد

ترجمہ وتشریح: حق تعالیٰ کا ایسا قرب خاص عطا ہوا کہ اس تجلی قرب کے اندر سات آسمان اور عرش وکرسی سب منکشف معلوم ہوتے تھے اور اس وقت میرے وجود کی کشتی بحر قرب ومعرفت میں نہاں معلوم ہوئی۔

شعر

باردگر آں قاضی حاجات ندا کرد　　خیز ید کہ آں فاتح ابواب در آمد

ترجمہ وتشریح: قبض کے بعد بسط کی حالت کو بیان فرمایا کہ دوسری بار ذات باری تعالیٰ کی طرف سے جو قاضی حاجات ہے آواز آئی یعنی الہام ہوا کہ اٹھو کہ وہ رحمت کے دروازوں کا کھولنے والا آ گیا۔ یعنی قرب خاص رحمت حق نے عطا فرمایا۔

'اثبات قیامت ازبھار"

شعر

آمد بہار خرم ووقت نثار شد　　سوسن چو ذوالفقار علی آبدار شد

ترجمہ وتشریح: موسم بہار تازہ آیا فدا ہونے کا وقت آیا (رونق چمن کے سبب) سوسن کا رخ شمشیر عریاں کی طرح آبدار (یعنی نکھر گیا) ہوا یہ شعر ادب فارسی کا کمال ظاہر کرتا ہے۔

شعر

اجزائے خاک حاملہ بودن ز آسماں　　نہ مہہ گذشت حاملہ زاں بے قرار شد

ترجمہ وتشریح: موسم بہار میں آسمان کی بارش سے زمین حاملہ ہوئی یعنی نرم ہو کر پھول ہوگئی اور ابھر گئی جس طرح زمانہ حمل میں　　پیٹ ابھرتا ہے۔ پھر جس طرح ۹ ماہ پورے

ہونے کے بعد حاملہ وضع حمل کیلئے بے قرار ہوتی ہے اسی طرح زمین موسم برسات میں پھولنے اور ابھرنے کے بعد اپنے اندر سے نباتات (برگ وگل وسبزہ) بے چین ہوکر اگا دیتی ہے۔

شعر

گلزار چرخ چونکہ گلستان مابدید　　　در رخ کشید پردہ بہ دل شرمسار شد

ترجمہ وتشریح: گلزار آسمان نے جب ہمارا یعنی زمین کے سبزہ وگل اور لہلہاتا چمن دیکھا تو دل میں شرمندہ ہوکر اپنے چہرہ پر پردہ ڈال لیا (موسم برسات میں بادلوں سے آسمان چھپ جانے کی صورت کو اس لطیف انداز سے بیان فرمایا ہے)

شعر

آں خاری گریست کہ اے عیب پوش خلق　　　شد مستجاب دعوت او گلعذار شد

ترجمہ وتشریح: مولانا نے عجیب مضمون بیان فرمایا جو گنہگاروں کیلئے نہایت امید اور تسلی کا ہے فرمایا کہ موسم برسات میں ہر طرف سبزہ ہی سبزہ دیکھ کر خار نے بزبان حال فریاد کی کہ اے خدائے عیب پوش خلق یعنی اے مخلوق کے عیب چھپانے والے خدا! اور یہ کہہ کر رونے لگا اور یہ گریہ بھی بزبان حال تھا کہ خار مخلوق بے زبان ہے۔ پس خار کا یہ رونا اور فریاد کرنا قبول ہوا اور حق تعالیٰ کے کرم نے خار کی عیب پوشی اس طرح فرمائی کہ خاروں کے درمیان ایسا پھول پیدا فرمایا جس کی پنکھڑیوں نے خار کو اپنے دامن میں چھپالیا۔ نہایت عمدہ مضمون اس شعر میں ہے۔

شعر

زندہ شدند بارد گر کشتگان دے　　　تا منکر قیامت بے اعتبار شد

ترجمہ وتشریح: خزاں کے مارے ہوئے اور قتل کئے ہوئے جو پودے مردہ ہوچکے تھے

یعنی خشک ہو کر بے برگ وگل ہو چکے تھے یا زمین پر گرمی سے ایسے جل کر خاک ہو گئے تھے کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا تھا۔ موسم بہار ابر باران سے ان کو دوبارہ حیات حق تعالٰی نے عطا فرما کر منکرین قیامت کے قول انکار کو سراسر کذب اور نامعتبر قرار دیا۔

''حقائق عشق ومعرفت''

شعر

باز شیر باشکر آمیختند عاشقاں باہم دگر آمیختند

ترجمہ وتشریح: شیر وشکر کو پھر ملا دیا یعنی عاشقوں کو جو جدا ہو گئے تھے پھر ملا دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شمس تبریزؒ جب مولانا رومیؒ سے اچانک جدا ہو کر دمشق چلے گئے تھے اور پھر مولانا نے ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے پالیا اس لذت وصال محبوب شیخ کو مولانا نے بیان فرمایا کہ میں شیر ہوں اور حضرت شمس شکر ہیں حق تعالٰی کی رحمت نے شیر وشکر کو پھر ملا دیا دوسرے مصرعہ میں صاف واضح فرمادیا کہ دو عاشقان حق کو آپس میں جو جدا ہو گئے تھے دوبارہ حق تعالٰی کے کرم نے ملا دیا۔

شعر

روز وشب را از میاں برداشتند آفتاب باقمر آمیختند

ترجمہ وتشریح: اس شعر کا تعلق اوپر کے شعر سے ہے کہ جس طرح زمین کے حائل ہو جانے سے چاند آفتاب کے نور سے محروم ہو کر سیاہ ہو جاتا ہے اور پھر حق تعالٰی زمین کی حیلولت کو دور فرما کر سورج کے نور سے چاند کو روشن فرما دیتے ہیں تو چاند کے اس استفادۂ نور من الشمس کو وصل وملاقات سے تشبیہ دے کر مولانا فرماتے ہیں کہ روز وشب سے مراد زمین ہے (یہ تسمیہ الحال باسم المحل من قبیل مجاز مرسل ہے) آفتاب اور چاند کے درمیان سے زمین کی آڑ ہٹا کر آفتاب اور

قمر کو جس طرح باہم وصال عطا فرماتے ہیں یعنی استفادہ نور کا موقع عطا فرماتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کے کرم نے مجھ کو حضرت شمس تبریز سے ملا کر استفادہ نور باطنی کا موقع عطا فرمایا۔

شعر

رنگ معشوقاں ورنگ عاشقاں جملہ ہمچوں سیم وزر آمیختند

ترجمہ وتشریح: محبوب کا رنگ مثل چاندی اور عاشق کا رنگ مثل سونے کا ہوتا ہے کیونکہ عاشق غم مُجاہدہ سے پیلا ہوتا ہے یہ ملاقات میری اور حضرت شمس کی ایسی ہے جیسے کہ سونا اور چاندی کو باہم ملا دیا ہے۔ چونکہ مولانا کو حضرت شمس کی جدائی سے بہت صدمہ پہنچا تھا اس لئے اپنی زرد روئی کو زر سے تشبیہ دی۔

شعر

چوں بہار سرمدی حق رسید شاخ خشک وشاخ تر آمیختند

ترجمہ وتشریح: جب حق تعالیٰ کی طرف سے بہار سرمدی (دائمی) آ پہنچی تو شاخ خشک اور شاخ تر کو آپس میں ملا دیا۔ مولانا نے اپنے غم وفراق زدہ جسم کو شاخ خشک سے اور حضرت شمس کو شاخ تر سے تشبیہ دیا۔

''دعائے رومیؒ برائے عاشقان راہ حق تعالیٰ شانہٗ''

شعر

دولت عشاق او پائندہ باد نہہ فلک مرعاشقاں رابندہ باد

ترجمہ وتشریح: مولانا عاشقان حق کے لئے دعاء فرماتے ہیں کہ اے خدا اپنے درد محبت کی جو دولت آپ نے اپنے عاشقوں کو بخشی ہے وہ ہمیشہ باقی رہے

جان قربت دیدہ رادوری مدہ (مثنوی رومیؒ)

ترجمہ: جس جان نے آپ کے قرب کا مزہ چکھ لیا ہے اس کو دوری کا عذاب نہ دیجئے

مرے دوستو سنو غور سے یہ صدائے اختر بے نوا نہ ہو ذکر حق نہ ہو فکر حق تو یہ جینا جینا حرام ہے

اور ۹ آسمان یعنی ۷ آسمان عرش و کرسی آپ کے عاشقوں کے لئے غلام رہیں اس کی شرح یہ ہے کہ متقی بندے عندملیک مقتدر ہوں گے جیسا کہ قرآن میں منصوص ہے پس جب وہ حق تعالیٰ کے پاس ہوں گے تو عرش پر ہوں گے اور مکین مکان سے افضل ہوتا ہے لہٰذا متقی بندے یعنی اولیائے کرام عرش سے بھی افضل ہوئے پس دعا دراصل عاشق حق کے تقویٰ کی سلامتی کی ہے۔ تاکہ وہ عندملیک مقتدر کا مقام حاصل کرسکیں۔ یعنی عرش پر اپنے رب کے ہمقرین ہوں۔

ان المتقین فی جنت ونہرنی مقعد صدق عندملیک مقتدر الایۃ

شعر

بوستاں عاشقاں سرسبز باد آفتاب عاشقاں تابندہ باد

ترجمہ و تشریح: مولانا دعاء کرتے ہیں کہ اے خدا عاشقوں کا باغ قرب و معرفت جوان کے قلب و روح میں سرسبز و شاداب رہتا ہے ہمیشہ نور تقویٰ سے سرسبز رہے اور معاصی کے ظلمات اور نار شہوت سے محفوظ رہے اور عاشقان خدا کے باطن میں نور خدا کا سورج ہمیشہ روشن رہے۔

شعر

بلبل دل تابابد سرمست باد طوطی جان ہم شکر خائندہ باد

ترجمہ وتشریح: اور اے خدا آپ کے عاشقوں کا دل جو مثل بلبل ہے تیرے گلہائے باغ قرب پر شیدا ہے ہمیشہ تیرا سرمست رہے اور اے خدا آپ کے عاشقوں کے جان کی طوطی

ہمیشہ تیرے ذکر کی شکر کھانے والی رہے۔

شعر

تاقیامت ساقئے باقی وعشق جام برکف سوئے ما آئندہ باد

ترجمہ وتشریح: اور اے خدا قیامت تک میرا ساقی مئے معرفت یعنی حضرت شمس تبریز باقی رہیں او ران کی طرف سے ہماری طرف ہمیشہ جام عشق آتا رہے۔

شعر

ماا گر خشک ونزار ولاغریم برسرما فضل اوبار ندہ باد

ترجمہ وتشریح: ہم دین کے اعتبار سے اگر خشک اور کمزور ونحیف ہیں تو ہمارے سر پر حق تعالیٰ کی عنایات کی بارش ہوتی رہے۔اسی طرح یعنی ہماری باطنی زمین دین کی بوجہ خشک ہونے کے عنایات حق کی بارش کی زیادہ محتاج ہے۔

شعر

ماا گر بے دست وپائے وعاجزیم رحمت اوکارما سا زندہ باد

ترجمہ وتشریح: ہم اگر بے دست وپا اور عاجز ہیں تو حق تعالیٰ کی رحمت ہمیشہ ہمارا کام بنانے والی رہے

شعر

شمس تبریزلے خرام اندرچمن کہ چنیں دولت ترا پایندہ باد

ترجمہ وتشریح: اے شمس تبریز!

حق تعالیٰ کی معرفت کے چمن میں ٹہلئے اور بہار قرب حق کی یہ دولت جو آپ کے باطن میں ہے ہمیشہ باقی رہے

علم تصوف

از: حضرت مولوی محمد عبدالقادر صوفی
(واعظ سرکار نظام حیدرآباد۔ حیدرآباد)

بعض لوگ علم تصوف کو کوئی علم ہی نہیں مانتے اس لئے یہ ضروری ہے کہ تصوف کے ثبوت میں اجمالاً کچھ دلائل پیش کئے جائیں۔ ارشاد خداوندی ہو رہا ہے۔ یایھا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتٰب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلا بعیدا. (پارہ۵ سورہ۴)

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اس کتاب پر جو اس نے اتاری اپنے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اتاری۔ پہلے سے اور جو انکار کرے اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخری دن کا پس بے شک وہ گمراہ ہو گیا گمراہی دور کی۔ (آیت ۱۳۶ سورہ النساء)

اس آیت مبارکہ سے علم لدنی، علم تصوف، علم باطن کے برحق ہونے کا ثبوت ملتا ہے جب ہی تو اللہ نے ایمان والوں کو مخاطب فرما کر ایمان لانے کا حکم دے رہا ہے جیسا کہ بعض اہل اللہ فرماتے ہیں بعض لوگ وہ ہیں جو ایمان میں آجاتے ہیں بعض وہ ایمان ان میں آجاتا ہے جن میں ایمان آتا

ہے وہ مومن گر ہو جاتے ہیں، اور جو ایمان میں آ جاتے ہیں وہ مومن کہلاتے ہیں۔ پھر ایمان کے تین درجے بیان کئے (۱) ایمان بالبرہان (۲) ایمان بالمشاہدہ (۳) ایمان بالفناء عن غیر الرحمان ۔(تفسیر نعیمی)

ایمان کی حقیقت اور تکمیل یہ ہے کہ مومن اپنی بصیرت فکر سے پہچان لے کہ اللہ ہی کا وجود اصلی اور حقیقی ہے وہی ہر چیز کا خالق اور نقصان یا نفع پہنچانے والا ہے اس کے علاوہ کسی میں حقیقی اور اصلی کمال نہیں (تفسیر مظہری)

موجودہ زمانے میں لوگ بندوں کے افعال کا خالق اللہ کو نہیں مانتے اور افعال کی نسبت اللہ کی طرف کرنے سے سراسر غافل ہیں اور ان کی وابستگی حاکموں طبیبوں، چوروں سے رہتی ہے اس غفلت سے نکلنے کے لئے صوفیہ کا دامن پکڑنا لازم ہے تا کہ بصیرت سے غفلت کا پردہ اٹھ جائے اور اللہ کے سوا تمام مخلوق کا حجاب نظر سے ہٹ جائے (قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

ایمان کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے اور اسی پر ایمان کے مراتب اور درجات قائم ہوتے ہیں روایت کرتے ہیں کہ صہیب، سلمان، ہلال، بلالؓ راتوں میں ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دروازوں کو کھٹکھٹا کر یہ کہتے کہ آؤ تا کہ تھوڑی دیر ایمان لے آئیں یہ حضرات (ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم مومن نہیں ہیں ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرماتے ہیں۔

انتم المومنین برب الکعبة

(کعبہ کے پروردگار کی قسم تم مومن ہو)

پھر کیا وجہ ہے وہ ہمیں ایمان لانے کے لئے کہتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ وسلم فرمائے ان کی مراد ایمان سے اور وہی ایمان ہے وہ کیا ایمان ہے کیسا ایمان ہے کیا معنی رکھتا ہے کچھ نہ فرمایا (ان اصحاب کا تفصیل طلب نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بخوبی جانتے تھے اور وہ اس راز کے متحمل تھے بہ خلاف ان حضرات کے اس راز کو راز رکھنے کے متحمل نہ تھے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میں نماز روزہ کی کثرت سے بزرگی نہیں آئی بلکہ ایک چیز ہے جو قرار دی گئی اور قریب کردی مجھ کو ان کے دل سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق سید عالم نے ارشاد فرمایا میرے بعد اگر نبی ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتے"۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے حارث (رضی اللہ عنہ) تم نے کس طرح صبح کی تو انہوں نے جواب دیا سچے مومن کی طرح صبح کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے تو انہوں نے کہا "میں اپنے پروردگار کے تخت کو دیکھ رہا ہوں"۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی پر ثابت رہو۔ اسی کو لازم کرلو۔ اسی کو کرتے رہو۔ یہ بہت بہتر کام ہے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ "دیکھ رہا ہوں اپنے رب کو" ادب ملحوظ رکھا اور راز کو ظاہر نہ فرمایا۔

(یازدہ رسایل از حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ)

علم تصوف یا علم لدنی کے بارے میں واضح ارشاد باری تعالی ملاحظہ فرمائے

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو اعلیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون.

ترجمہ: جیسا کہ بھیجا ہم نے تمہارے پاس رسول تم میں سے پڑھ کر سناتے ہیں تمہیں ہماری آیتیں اور پاک کرتے ہیں تمہیں اور سکھاتے ہیں تمہیں کتاب اور حکمت اور تعلیم دیتے ہیں تمہیں ایسی باتوں کی جنہیں تم جانتے ہی نہ تھے آیت کریمہ میں یعلمکم کو دوبارہ فرمانے سے یہ بات عیاں ہے کہ پہلی تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ بیان کی گئی اور دوسری تعلیم کے بارے میں ارشاد ہوا کہ ہم نہیں جانتے تو معلوم ہوا کہ دوسری تعلیم علم راز علم لدنی تعلیم تصوف ہے۔ پہلی تعلیم قال سے ہے دوسری تعلیم حال وکشف سے ہے جس پر یہ واقعہ شاہد ہے کہ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت میں عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک ہم آپ کی خدمت بابرکت میں رہتے ہیں اور آپ ہم کو جنت دوزخ کا ذکر سناتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو کر بیوی بچوں اور دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا قسم ہے اس ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تمہاری ہمیشہ وہی حالت رہی جو میرے پاس رہتی ہے تو تم سے ملائکہ تمہارے بچھونوں پر اور راستوں پر

مصافحہ کرنے لگیں اے حنظلہ یہ حالت کبھی کبھی ہوا کرتی ہے (حاصل یہ کہ یہ کشف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت فیض صحبت کا نتیجہ ہے) حضور اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو صوفیائے کرام کی آواز سنے پھر ان کی پکار قبول نہ کرے وہ اللہ کے نزدیک غافلوں میں لکھا گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کئے ہیں ایک تو ان میں سے تم کو تقسیم کر دیا اور اگر میں تم میں دوسرے کی اشاعت کروں تو میرا حلقوم کاٹ دیا جائے۔ (بخاری)

حدیث میں دو علم کا جو ذکر ہوا ایک تو علم ظاہر اور دوسرا علم باطن جس علم کا تعلق عام فہم تھا اس کو آپ نے ظاہر فرما دیا اور جس کا تعلق اسرار اور دقیق نکات اور عام فہم نہ تھا اس کو ظاہر نہ فرمایا اس کی وجہ یہ تھی کہ اکثر لوگ کم عقلی اور قصور فہم کے سبب ان اسرار کا انکار کر دیں گے اور ناحق مجھ کو ایذا پہونچائیں گے کیوں کہ اسرار حقیقت اور رموز وحدت کو بجز استعارات اور مثالوں کے ظاہر نہیں کیا جاسکتا اور عوام ان استعارات سے اپنے فہم کے مطابق نتیجہ نکالیں گے اور معیت حق کو اتحادی یا حلولی سمجھیں گے اور دین میں رخنہ ڈالیں گے اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کو لوگوں سے بیان کرنے سے منع فرمایا۔

حدیث: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شتر پر سوار تھے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا او معاذ! انہوں نے کہا حاضر ہوں پھر آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا او معاذ انہوں نے کہا حاضر ہوں پھر آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا او معاذ

انہوں نے کہا حاضر ہوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کے تین دفعہ فرمانے میں یہ حکمت تھی حضرت معاذ ہمہ تن گوش بن جائیں اور قلب کو بھی یکسو کرلیں) تب آپ نے فرمایا کوئی سچے دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر گواہی دیتا ہو تو اللہ نے اس پر دوزخ حرام کیا تب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں میں لوگوں کو خبر دوں تاکہ لوگ خوش ہوں آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم) جواب دیا کہ لوگ بھروسہ کرلیں گے یعنی عمل سے دست بردار ہو جائیں گے حضرت معاذؓ اپنی موت کے وقت لوگوں کو خبر کی (متفق علیہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر اسرار توحید ظاہر ہونے پر آپ ظاہری عمل سے دست بردار نہیں ہوئے ممانعت ان لوگوں کے لئے کی گئی جن پر اسرار کلمہ توحید کے سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے ان باتوں کو بیان کرو جن کو وہ جانتے ہیں کیا تم چاہتے ہیں کے وہ اللہ اور رسول کو جھٹلائیں (بخاری)۔ یہ بات متفق ہوگئی کہ دوسرا علم، علم لدنی تھا جس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بعض پر ظاہر فرماتے ہیں اور بعض سے پوشیدہ فرماتے جو اتباع سنت نبوی تھا چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بقدر فہم ہر ایک کو تعلیم و تلقین فرماتے بعض اسرار کو بعض سے پوشیدہ فرماتے بعض پر اظہار فرماتے اور اولیاء اللہ و محققین بھی باتباع سنت نبوی یہی طریقہ تعلیم کا اختیار کئے یعنی صرف طالب ہی کو اس علم سے سرفراز فرماتے ہیں جیسا کہ حضرت جنید رضی اللہ عنہ حضرت شبلیؒ سے فرماتے ہیں اسرار ربوبیت کو عوام سے مت بیان کرو حضرت ابو عبداللہ قریشی سے بعض ان کے معتقدین نے عرض کیا کہ ہم آپ سے کچھ مسائل حقائق کے سننے

کے خواہشمند ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کتنے لوگ اس بات کے خواہشمند ہیں عرض کیے چھ سو آپ نے فرمایا ان میں سو کو منتخب کرلو پھر ان میں تیس کو پھر ان میں سے چار کو جب یہ (۴) اشخاص منتخب کئے گئے تو آپ نے فرمایا اگر میں ان کے سامنے اسرار بیان کروں تو یہی چار اشخاص مجھ پر کفر اور زندیق کا فتویٰ دیں گے۔ (بالاربعین)

حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ سے جب کوئی اس قسم کے مسائل پوچھتا تو آپ اسکو ابوحمزہ بغدادی کے پاس بھیج دیتے اور یہ فرماتے کہ کسی صوفی میں یہ وسعت نہیں کہ کوئی ایسی بات کہے جس کو عوام تسلیم کریں۔ کیوں کہ انسانوں کے مختلف درجے ہیں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آفت علم کی بھول ہے اور ضائع کرنا اس کا یہ ہے کہ بیان کرے تو اس کو غیر اہل سے'' (الدارمی عین الاعمش مرسلاً)

یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''مجھ کو حکم ہے کہ میں لوگوں سے ان کے عقول کے برابر خطاب کروں (حسن بن سفیان من حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما)

علم تصوف کے بارے میں ایک اور واضح ثبوت ''حدیث جبرئیل ہے اس حدیث کو امُ الاحادیث اور رام الجوامع بھی کہتے ہیں اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے والے حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کے متعلق سوال کیا حضرت شاہ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں دین کی بنیاد اور اس کا کمال تین چیزوں پر ہے (ا) فقہ (اسلام کی طرف اشارہ ہے جس میں اعمال و

احکام کا بیان ہوتا ہے۔ (۲) ایمان (جس میں اعتقادی مسائل اور اصول کلام کا ذکر ہوتا ہے اور (۳) احسان اصل تصوف کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کی طرف سچی توجہ سے عبارت ہے۔ یہ تینوں ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جو شخص صوفی بنا لیکن علم فقہ حاصل نہ کیا تو وہ بے دینی کا شکار ہو گیا اور جس نے فقہ حاصل کیا مگر تصوف وفقر اختیار نہ کیا تو وہ فسق میں مبتلا ہو گیا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ تحقیق کے مقام پر فائز ہو گیا

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات)

حضرت قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی رحمۃ اللہ علیہ "سورہ التوبۃ" کی آیت وما کان المومنون لینفروا کافۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علم لدنی جس کے حامل صوفیہ کرام ہوتے ہیں فرض عین ہے کیونکہ اس باطنی علم کے دو مقصد ہوتے ہیں: (۱) اللہ کے سوا ہر چیز کی رغبت کو دل سے نکال دینا ہر دم اپنے کو اللہ کے سامنے حاضر سمجھنا اور اپنے نفس کو باطنی عیوب سے پاک رکھنا (۲) نماز، روزہ اور دوسری عبادتوں میں اخلاص اور نیت کی صحت ہو ورنہ نا قابل اعتبار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ صرف اسی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص ہو اور محض خوشنودیٔ خدا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔ (روا النسائی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں پر نظر نہیں کرتا بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ (مسلم)

تفسیر روح البیان میں آیت سورہ النجم کی آیت فاوحی الی عبدہ ما اوحی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پھر

اللہ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی) کے بارے میں لکھا ہے وہ کئی قسم کے علوم تھے ایک تو علوم شرائع واحکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔تیسرے حقائق ونتائج علوم ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں اور ایک قسم وہ اسرار جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔قرآن اور احادیث سے علم تصوف کا ثبوت ملنے کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہتی پھر بھی چند اکابر وفاضل حضرات کے ارشادات علم تصوف کے متعلق تحریر کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام قشیریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ صوفی دوسری صدی ہجری کے خاتمہ سے قبل میں رواج پا گیا تھا (منہاج الحق) اسی طرح دوسرے علوم حدیث، تفسیر علوم کلام، فقہ واصول کے نام بھی اسی زمانے میں رائج ہوئے۔

(۲) حضرت ابو ہاشم کوفیؒ ۱۵۰ھ میں صوفی کے نام سے ملقب ہوئے

(۳) حضرت معروف کرخیؒ متوفی ۲۰۰ھ فرماتے ہیں صوفی اس دنیا میں مہمان ہے۔منع وعطا میں صرف اللہ ہی کو فاعل سمجھتا ہے۔

(۴) حضرت بشر حافیؒ م ۲۲۷ ھ عارفین (صوفیہ) کو خاصان کے خدا کے نام سے موسوم کیا۔

(۵) حضرت ذوالنون مصریؒ م ۲۴۵ھ علم تصوف کے بانی سمجھے گئے آپ فرماتے ہیں نفس کا دیکھنا اور اس کی تدبیر کرنا بہت بڑا اور سخت پردہ جمال الٰہی کا ہے۔

(۷) حضرت معاذ رازیؒ ۲۹۷ھ تصوف کی تشریح بذریعہ تحریر فرمائی۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے کہ کچھ دیر بغیر علاج کے بیٹھے۔ تصوف وہ خلق کریم ہے جس کو کریم شخص بزرگ زمانے میں کریم شخص سے کریم قوم میں ظاہر کرتا ہے۔

(۸) شیخ ابوالعباس مسروق قدس اللہ سرہ المتوفی ۲۹۹ھ فرماتے ہیں کہ تصوف یہ ہے کہ دل کا ان باتوں سے خالی رہنا جن کی ضرورت نہیں ان باتوں سے تعلق رکھنا جو ضروری ہیں۔

(۹) حضرت ابوحمزہ خراسانیؒ فرماتے ہیں تصوف اور تصرف دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یعنی صوفی اپنے تصرف میں کچھ نہیں رکھتا۔

(۱۰) شیخ ابوعبداللہ مغربی قدس سرہ المتوفی ۲۹۹ھ فرماتے ہیں کہ صوفیا عشق الٰہی کی آگ میں جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں

(۱۱) شیخ رویم فرماتے ہیں صوفی وہ ہے کہ نہ خود کسی چیز کا مالک ہو اور نہ اس کا کوئی مالک ہو اور تصوف یہ ہے کہ دو چیزوں میں زیادتی کا پہلو ترک کر دیا جائے۔

(۱۲) شیخ غیلان السمر قندیؒ فرماتے ہیں عارف (توفیق) خدا سے خدا کی طرف دیکھتا ہے ۔عالم دلیل سے خدا کی طرف دیکھتا ہے۔

(۱۳) شیخ ابوعمرو دمشقیؒ المتوفی ۳۲۰ھ فرماتے ہیں کہ موجودات عالم کو نقصان کی آنکھ سے دیکھنا تصوف نہیں ہے بلکہ ہر چیز کی طرف اس ذات کے مشاہدہ کی خاطر جو تمام عیوب سے منزہ ہے اپنی آنکھوں کا چھپالینا تصوف ہے۔

(۱۴) شیخ ابوبکر الدقی قدس اللہ سرہ المتوفی ۳۵۹ھ فرماتے ہیں تصوف میں من وتو کی گنجائش نہیں صوفی کے لئے بس ایک کے سوا کچھ نہیں۔

(۱۵) شیخ عبداللہ بن عصام قدسیؒ فرماتے ہیں میں عالم خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علم طریقت کی حقیقت کیا ہے ۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس بات سے شرم کرنا جب مخلوق کے ساتھ ہو تو اللہ سے غافل رہے اور اس بات سے بھی شرم کرنا جب ظاہر خلق کے ساتھ ہو تو باطن بھی خلق کے ساتھ ہو۔مخلوق پر اس وقت بخشش کرنا جب باطن حق کے ساتھ ہو۔

(۱۶) شیخ مظفر کرمانشاہی قدس سرہ فرماتے ہیں عارف وہ ہے جس نے اپنا دل اپنے مالک کے لئے مخصوص کر دیا ہو صرف اس کا جسم مخلوق کے لئے ہو۔(۱۷) شیخ جعفر بن محمد نصیر الخلدی الخواصؒ ۳۴۸ھ فرماتے ہیں عارف وہ ہیں کہ وہ وہ نہ رہیں مگر وہ وہی ہیں تو پھر وہ ہرگز عارف نہیں ہیں۔

(۱۸) شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن الرازیؒ المتوفی ۳۵۳ھ فرماتے ہیں عارف اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے موافق عبادت نہیں کرتا بلکہ وہ خالق کے احکام کے موافق کام کرتا ہے اور معرفت اس حجاب کو دفع کر دیتی ہے جو بندہ اور خدا کے درمیان ہوتا ہے۔معرفت کی کمی سے شکایت اور تنگدلی بڑھ جاتی ہے۔

(۱۹) شیخ ابوالحسین خصریؒ المتوفی ۱۷۶ھ کا ارشاد ہے کہ صوفی اپنے اضطراب کی حالت میں

بے قراری کا مظاہرہ نہیں کرتا اور اپنے قرار میں حال قرار نہیں رہتا اور صوفی عدم کے بعد موجود نہیں ہوتا لیکن موجود ہونے کے بعد پھر معدوم نہیں ہوتا طریقت میں ابتداء ہی سے لوگوں سے کنارہ کرلو پھر حصول معرفت کے لئے مشائخ کی زیارت کیا کرو اس کے بعد حادث صورتوں کو ترک کر کے تفرید پر قائم ہو جاؤ

(۲۰) شیخ ابو اسحاق شہر یار گازرونیؒ المتوفی ۴۲۶ھ فرماتے ہیں میں ایک شب دیدار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوا عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تصوف کیا چیز ہے؟ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دعاؤں کا ترک کر دینا اور مطالب کا چھپانا تصوف ہے۔ یہ صرف چندان اکابر کے اقوال ہیں جن میں اصطلاح تصوف، علم لدنی اور علم طریقت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ عقلمند کو اشارہ کافی ہے۔

حضرت محمد جلال الدین رومی جن کی شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق مولانا کسی حوض کے کنارے کتب بینی میں مصروف تھے وہاں شمس تبریزؒ آ گئے اور مولانا سے دریافت کیا یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے جواب دیا یہ علم ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ حضرت شمس تبریزؒ وہ کتابیں حوض میں پھینک دیئے۔ مولانا نے فرمایا آپ ایسے نادر چیزیں ضائع کر دیئے۔ حضرت شمس تبریزؒ نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیئے۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریزؒ نے کہا یہ راز ہے جس کو آپ نہیں جانتے۔ اس

............دلیل العارفین............

ملفوظات

<u>حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری</u>

فقر و صواب میں

مجلس (۱)

صرف نماز ہی میں سرِ نگاہ عزت سے لوگ نزدیک ہوسکتے ہیں۔ اس واسطے کہ نماز مومن کا معراج ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ الصلوٰۃ معراج المومن تمام مقاموں سے بڑھ کر یہی نماز ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ملنا پہلے نماز ہی سے شروع ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نماز ایک راز ہے جو بندہ اپنے پروردگار سے بیان کرتا ہے۔ راز کہتے ہیں۔ وہی قرب پاسکتا ہے جو اس راز کے لائق ہو ۔ یہ بھی راز سوائے نماز کے کسی طرح حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ نیز یہ بھی حدیث ہے کہ المصلی نیاجی ۔یعنی نماز ادا کرنے والا اپنے پروردگار سے راز بیان کرتا ہے۔ جب شیخ الاسلام سلطان المشائخ خواجہ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہ کا مرید ہوا۔ تو آٹھ سال تک آپ کی خدمت میں ایک دم بھی آرام نہ کیا۔ نہ دن دیکھتا نہ رات۔ جہاں آپ سفر کو جاتے، سونے کے کپڑے اور توشہ اٹھا کر ہمراہ ہوتا ۔ جب میری خدمت دیکھی۔ تو ایسی نعمت عطا فرمائی جس کی کوئی انتہا نہیں۔

جس نے کچھ پایا۔خدمت سے پایا،بس مرید کولازم ہے کہ پیر کے فرمان سے ذرہ بھر بھی تجاوز نہ کرے اور جو کچھ اسے نماز تسبیح اوراد وغیرہ کی بابت فرمائے ۔گوش ہوش سے سنے اور بجالائے ۔تاکہ کسی مقام پر پہنچ سکے۔کیونکہ پیر مرید کا سنوارنے والا ہے۔پیر جو کچھ فرمائے گا وہ مرید کے کمال کے لئے ہی فرمائیگا۔

امام خواجہ ابواللیث سمرقندی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ایک کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوکر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو اور پریو! سنو اور اس طرح سمجھ رکھو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا فرض بجانہیں لاتا وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں سکتا۔اور دوسرا فرشتہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیرہ پر کھڑا ہوکر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو اور پریو سنو! اور اچھی طرح جان لو کہ جو شخص سنت نبوی ادا نہیں کرتا۔اور تجاوز کرتا ہے۔وہ شفاعت سے بے بہرہ رہے گا۔

مسجد ککری میں اولیائے بغداد کے مقابل حاضر تھا۔اور گفتگو انگلیوں کے خلال کے بارے میں ہورہی تھی۔فرمایا کہ وضو کرتے وقت انگلیوں کا خلال کرنا سنت ہے۔اس واسطے کہ حدیث میں آیا ہے کہ میں نے صحابہ کرامؓ کو انگلیوں کا خلال کرنے کو کہا ہے۔جو آبدست کے وقت انگلیوں کا خلال کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی انگلیوں کو شفاعت سے محروم نہیں رکھے گا۔

شیخ اجل شیرازی کے ہمراہ میں ایک مقام میں تھا۔اور شام کی نماز کا وقت تھا۔حضرت خواجہ صاحبؒ نیا وضو کرتے تھے۔اتفاقاً آپ انگلیوں کا خلال کرنا بھول گئے۔غیبی فرشتے نے آواز دی کہ اے اجل! تو ہمارے محمدؐ کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے،اور اس کی امت بنتا ہے۔لیکن اس کی سنت کو ترک کرتا ہے۔اس کے بعد خواجہ اجل نے قسم کھائی۔کہ اس وقت سے لے کر مرتے دم تک میں

نے کوئی سنت ترک نہیں کی۔

ایک مرتبہ میں نے خواجہ اجل شیزاری کو بہت متردد پا کر حالت پوچھی۔ فرمایا کہ جس روز مجھ سے انگلیوں کا خلال سہواً ترک ہوا میں فکر میں ہوں کہ یہ منہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے روز کیسے دکھاؤں گا۔

صلوٰۃ مسعودی میں بہ طریق ترغیب ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق فقہ سنت میں لکھا ہے کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا سنت ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا میری سنت ہے اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی بھی یہی سنت ہے اس پر زیادہ کرنا ستم ہے۔

فضیل عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے وضو کرتے وقت ہاتھ صرف دو مرتبہ دھوئے جب نماز ادا کر چکے تو اسی رات حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرماتے ہیں کہ مجھے تو تعجب ہے کہ تمہارے وضو میں کمی رہ جائے۔ خواجہ صاحب اس ہیبت سے جاگ پڑے۔ پھر تازہ وضو کر کے نماز ادا کی اور کفارہ کے لئے سال بھر پانچ سو رکعت بطور وظیفہ کے روزانہ ادا کی۔

عارف اهل فضل هیں۔ اور وہ دوست کی محبت میں مستغرق ہیں۔ پس وہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی رات کو باطہارت سوتا ہے تو حکم ہوتا ہے کہ فرشتے اس کے ہمراہ رہیں۔ وہ صبح تک اللہ تعالیٰ سے یہی التجا کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کو بخش! کیونکہ یہ باطہارت سویا ہے۔

عارفوں کی شرح میں آیا ہے کہ جب آدمی باطہارت سوتا ہے اس کی جان عرش کے نیچے لے جاتے ہیں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ اسے نوری خلعت پہنادو جب وہ سجدہ کر چکتا ہے۔ تو حکم ہوتا ہے کہ اسے

واپس لے جاؤ۔ کیونکہ یہ نیک بندہ ہے جو باطہارت سویا ہے۔ اور جو شخص بے طہارت سوتا ہے اس کی جان کو پہلے ہی آسمان سے واپس کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ لائق نہیں کہ اسے اوپر لے جایا جائے۔ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والا نہیں۔

فقیہہ لکھتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الیمین الوجه اللیسار المقعد۔ یعنی دایاں ہاتھ کھانا کھانے اور ہاتھ منہ دھونے کے واسطے ہے اور بایاں ہاتھ استنجا کرنے کے لئے۔

جب آدمی مسجد میں آئے تو سنت یہ ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے اور جب باہر نکلے تو بایاں پاؤں پہلے باہر رکھے۔

ایک مرتبہ خواجہ سفیان ثوری مسجد میں آئے۔ اور بھول کر پہلے بایاں پاؤں اندر رکھ دیا۔ اور آواز آئی کہ بیل خانہ خدا میں ایسے بے ادبانہ گھس آتے ہیں۔ اس روز سے آپ کو خواجہ سفیان ثوری کہنے لگے۔

عارفوں کے بارے میں فرمایا کہ عارف اس شخص کو کہتے ہیں کہ تمام جہان کو جانتا ہو۔ اور عقل سے لاکھوں معنی پیدا کر سکتا ہو۔ اور بیان کر سکتا ہو اور محبت کے تمام دقائق کا جواب دے سکتا ہو۔ اور ہر وقت بحر میں تیرتا رہے تا کہ اسرار الٰہی وانوار الٰہی کے موتی نکالتا رہے۔ اور دیدہ ور جوہروں کے پیش کرتا رہے جب وہ اسے دیکھیں۔ پسند کریں۔ ایسا شخص بے شک عارف ہے۔

عارف ہر وقت وسوسۂ عشق میں مبتلا رہتا ہے۔ اور قدرت خدا کی آفرینش میں متحیر رہتا ہے۔ اگر کھڑا ہے تو بھی دوست کے وہم میں، اور اگر بیٹھا ہے تو بھی دوست کا ذکر کرتا ہے۔ اگر سویا ہے تو دوست کے خیال میں متحیر ہے۔ اگر جاگتا ہے تو بھی دوست کے حجاب عظمت کے گرد طواف کرتا ہے۔

اہل عشق صبح کی نماز ادا کر کے جائے نماز پر سورج نکلتے تک قرار پکڑتے ہیں۔ان کا مقصد اس سے یہ ہوتا ہے کہ دوست کی نظر میں قبول ہوویں۔اور انوار کی تجلی ان پر دم بدم ہو۔

پھر فرمایا کہ جب ایسا شخص صبح کی نماز کر کے جائے نماز پر قرار پکڑتا ہے۔تو فرشتے کو حکم ہوتا ہے کہ جب تک وہ نہ اٹھے اس کے پاس آ کر اس کے لئے بخشش مانگے۔

خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عمدہ میں لکھتے ہیں وہ اسرار الٰہی کا اشارہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے شیطان کو غمگین دیکھ کر سبب دریافت فرمایا۔عرض کی کہ آپ کی امت کے چار گروہ ہوں گے سب سے اول موذن جو بانگ کہتے ہیں اس واسطے کہ جب وہ اذان کہتے ہیں تو جو سنتا ہے وہ اذان کے جواب میں مشغول ہو جاتا ہے۔کہنے والے اور سننے والے سب بخشے جاتے ہیں۔دوسرے جو جہاد کے لئے باہر نکلتے ہیں تو ان کے گھوڑوں کی سموں کی آواز سے جب وہ تکبیر کہتے ہیں۔اور خدا کے لئے لڑتے ہیں۔تو حکم ہوتا ہے کہ ان کو مع ان کے متعلقین کے بخشا۔ تیسرے وہ گروہ جو کسب حلال سے روزی کماتے ہیں اور درویش جب وہ حلال کی کمائی کھاتے ہیں اور اوروں کو کھلاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بخشتا ہے۔چوتھے وہ لوگ جو صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔اور پھر نماز اشراق ادا کرتے ہیں۔شیطان نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! جس روز میں ملکوت میں تھا تو میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا تھا کہ جو شخص صبح کی نماز ادا کر کے سورج نکلنے تک یاد الٰہی میں مشغول رہے اور پھر اشراق کی نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ معہ اس کے ستر ہزار متعلقین کے اسے بخشتا ہے اور دوزخ کے عذاب سے خلاصی عنایت کرتا ہے۔

میں نے فقہ الاکبر میں لکھا دیکھا ہے کہ امام المتقین ابوحنیفہ کوفی روایت فرماتے ہیں کہ ایک کفن چور

چالیس سال تک کفن چراتا رہا۔ آخر جب مرا۔ تو اسے خواب میں دیکھا۔ کہ بہشت میں ٹہل رہا ہے ۔اس کا سبب پوچھا۔ تو بولا کہ مجھ میں ایک چیز تھی وہ یہ کہ جب میں صبح کی نماز ادا کرتا تھا تو سورج نکلنے تک یادالٰہی میں مشغول رہ کر پھر اشراق کی نماز ادا کرتا۔ حق تعالیٰ چونکہ اندک پذیر اور بسیار بخش ہے۔ اس نے اس کی برکت سے مجھے بخش دیا۔ میرے افعال کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور مجھے اس درجہ پر پہنچا دیا۔

عارف کو جب حالت ہوتی ہے اور اس چیز میں محو ہوتا ہے۔ تو اس حالت میں اگر کئی ہزار ملک جن میں عجیب وغریب چیزیں ہوں ۔اس کے پیش کی جائیں۔ تو وہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ مگر اسی چیز میں دیکھتا ہے جو ان کے لئے نازل ہوتی ہے۔ عارف کی ایک علامت تو یہی ہے کہ وہ ہر وقت تبسم میں رہتا ہے جس وقت عارف مسکراتا ہے اس وقت عالم ملکوت میں مغرب اسے دکھائی دیتے ہیں پس جو کچھ ان سے ظاہر ہوتا ہے وہ اس کے مسکرانے کا سبب ہوتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عرفان میں ایک حالت ہوتی ہے جب وہ حالت اس پر طاری ہوتی ہے تو ایک ہی قدم میں عرش سے حجاب عظمت تک کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور وہاں سے حجاب کبریا تک پہنچ جاتے ہیں۔ پھر دوسرے قدم پر اپنے مقام پر آ پہنچتے ہیں۔

عارف کا سب سے کم درجہ یہی ہے لیکن وہ جو کامل ہیں ان کا درجہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کہاں تک ہے کہاں تک پہنچتے ہیں۔ اور کب واپس آتے ہیں۔

☆☆☆☆

مجلس (۲)

جنابت کے بارے میں فرمایا کہ انسان کے ہر بال تلے جنابت ہے۔ پس لازم ہے کہ جس جس بال کے تلے جنابت ہے۔ وہاں پانی پہنچائے۔ اور اپنے بالوں کو تر کرنا چاہئے۔ اگر ایک بال بھی خشک رہ جائے گا۔ تو قیامت کے دن وہی بال اس سے جھگڑے گا۔

فتاویٰ ظہیریہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ آدمی کا منہ پاک رہتا ہے۔ جب تک جنب کی حالت میں رہے جو کچھ پانی وغیرہ پیئے۔ وہ ناپاک نہیں ہوتا۔ اگر وہ بے طہارت ہے۔ یا جنبی ہے یا حائض ،مومن ہو، خواہ کافر۔ اس کا منہ پاک ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے کہ ایک اصحابی نے اٹھ کر پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کوئی جنبی ہو۔ اور گرم ہوا چلتی ہو۔ اور پسینے سے کپڑے تر ہو جائیں تو وہ کپڑے ناپاک ہو جائیں گے یا نہیں؟ فرمایا آب دہن پاک ہے اگر کپڑے کو لگ جائے۔ تو ناپاک نہیں ہوتا۔

میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے۔ کہ جب آدم علیہ السلام بہشت سے باہر دنیا میں آئے اور حوا کے ساتھ صحبت کا اتفاق ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا۔ اٹھ کر غسل کر۔ تو بہت خوش ہوئے اور کہا اے بھائی جبرائیل! اس غسل کا کچھ اجر؟ جواب ملا۔ آپ کے بدن کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب۔ اور پانی کا ہر ایک قطرہ۔ جو آپ کے بدن سے چھوا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ جو روز قیامت تک عبادت کرتا رہے گا اور اس عبادت کا ثواب آپ کو ملے گا۔ پوچھا اے بھائی جبرائیل! یہ ثواب میرے ہی لئے ہے۔ یا میرے فرزندوں کے لئے بھی؟ جواب ملا جو تیرا فرزند مومن ہوگا اور حلال غسل کرے گا اس کے بالوں کی

تعداد کے موافق اتنے ہی سالوں کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھی جائے گی۔ اور جو قطرے اس کے بدن سے گریں گے ہر قطرے کے عوض ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ پیدا کردے گا۔ جو قیامت تک تسبیح وتہلیل میں مشغول رہیں گے۔ اور اس کا ثواب اس مومن کو ملے گا جب خواجہ صاحب نے یہ بات ختم کی تو رو دیئے۔ اور فرمایا کہ یہ فائدے اس شخص کے بارے میں ہیں جو حلال غسل کرتا ہے۔ اور جو حرام غسل کرتا ہے تو اس کے ہر بال کے بدلے ایک سال کے گناہ اس کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور ہر ایک قطرے سے غسل کے وقت جو اس کے بدن سے گرتا ہے ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ قیامت تک جو بدی اس شیطان سے ہوتی ہے وہ اس شخص کے ذمہ لکھی جاتی ہے۔

راہ شریعت پر چلنے والوں کا شروع یہ ہے کہ جب لوگ شریعت میں ثابت قدم ہوجاتے ہیں۔ اور شریعت کے تمام فرمان بجالاتے ہیں اور ان کے بجالانے میں ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے۔ تو اکثر وہ دوسرے مرتبے پر پہنچتے ہیں جسے طریقت کہتے ہیں اس کے بعد جب بمعہ شرائط طریقت میں ثابت قدم ہوتے ہیں اور تمام احکام شریعت کے کم وکاست بجالاتے ہیں۔ تو معرفت کے درجے کو پہنچ جاتے ہیں۔ جب معرفت کو پہنچتے ہیں۔ تو شناخت وسنائی کا مقام آجاتا ہے۔ جب اس مقام پر بھی ثابت قدم ہوجاتے ہیں۔ تو درجہ حقیقت کو پہنچتے ہیں۔ اس مرتبے پر پہنچ کر جو کچھ طلب کرتے ہیں پالیتے ہیں۔

میں نے ایک بزرگ سے عارف کی تعریف یوں سنی کہ عارف وہ ہے جو دونوں جہاں سے قطع تعلق کرے پھر مقام فردانیت پر پہنچے۔ کیونکہ یہ راہ وہی شخص اختیار کرسکتا ہے جو سب سے بیگانہ بن جائے۔

نماز ایک امانت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد کی ہے پس بندوں پر واجب ہے کہ امانت میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔

پھر فرمایاک انسان نماز ادا کرے تو رکوع وسجود کما حقہ بجالائے اور ارکان نماز اچھی طرح ملحوظ رکھے۔
میں نے صلوٰۃ مسعودی میں لکھا دیکھا ہے کہ جب لوگ نماز اچھی طرح ادا کرتے ہیں اور اس کے تمام حقوق بجالاتے ہیں اور رکوع اور سجود اور قرأت وتسبیح کو ملحوظ رکھتے ہیں تو فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ پھر اس نماز سے نور شائع ہوتا ہے اور آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں جب وہ نماز عرش سے نیچے لائی جاتی ہے تو حکم ہوتا ہے کہ سجدہ کر اور نماز ادا کرنے والے کے لئے بخشش مانگ۔ کیونکہ وہ تیرے حقوق اچھی طرح بجالایا ہے۔ پھر خواجہ صاحب روئے۔ اور فرمایا کہ یہ تو اچھی نماز ادا کرنے والوں کے حق میں ہے۔ لیکن جو ارکان نماز کو بخوبی ملحوظ نہیں رکھتے۔ جب ان کی نماز کو فرشتے آسمان پر لے جانا چاہتے ہیں۔ تو آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ اس نماز کو لے جا کر اسی نمازی کے منہ پر دے مارو۔ پھر نماز زبان حال سے کہتی ہے کہ جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا ہے خدا تجھے ضائع کرے۔

ایک مرتبہ میں بخارا میں دستار بندوں کے بیچ بیٹھا تھا تو ان سے یہ حکایت سنی کہ ایک مرتبہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا جو رکوع وسجود میں نماز کا حق اچھی طرح ادا نہیں کرتا تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو پوچھا کہ کتنے عرصہ سے اس طرح نماز ادا کر رہا ہے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال سے ایسی ہی نماز ادا کر رہا ہوں۔ فرمایا۔ اس چالیس سال میں تو نے کوئی نماز ادا نہیں کی۔ اگر تو مر جائے گا۔ تو میری سنت پر نہیں مریگا۔

میں نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنا ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا حساب انبیاءؑ اولیاؒ اور ہر مسلمان سے پوچھیں گے۔ جو اس حساب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے گا۔ وہ عذاب دوزخ میں مبتلا ہوگا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں شام کے قریب ایک شہر میں تھا۔ جس کا نام میری یاد سے اتر گیا ہے ۔اس کے باہر ایک غار تھی، جس میں ایک بزرگ شیخ اوحد محمد الواحد غزنوی رہتا تھا۔ اور جس کے وجود مبارک پر چمڑا ہی چمڑا تھا۔ سجادے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور دو شیر اس کے پاس کھڑے تھے۔ میں شیروں کے ڈر کے مارے پاس نہ جا سکتا تھا۔ جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ تو فرمایا۔ آجاؤ! ڈور نہیں۔ جب میں پاس گیا تو آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔

پہلی بات جو بزرگ نے مجھ سے کی۔ وہ یہ ہے کہ اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا۔ تو وہ تیرا بھی ارادہ نہ کرے گا۔ یعنی شیر کی کیا ہستی ہے کہ تو اس سے ڈرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جب تیرے دل میں خوف خدا ہوگا۔ تمام تجھ سے ڈریں گے۔ شیر کی کیا حقیقت ہے۔ وہ لوگوں سے بھی نہیں ڈرے گا۔ اس قسم کی بہت سی باتیں بیان فرمائیں۔ پھر پوچھا کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کی بغداد سے۔ فرمایا۔ آنا مبارک ہو۔ لیکن لازم ہے کہ تو درویشوں کی خدمت کرے۔ تاکہ بزرگ بن جائے لیکن سنو! مجھے اس غار میں رہتے ہوئے کئی ایک سال گزر گئے۔ اور تمام خلقت گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کی ہے ۔لیکن تیس سال سے ایک چیز کے سبب رو رہا ہوں۔ اس ڈر سے دن رات روتا ہوں۔ میں نے پوچھا۔ وہ کیا؟ فرمایا۔ جب میں نماز ادا کرتا ہوں۔ تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں۔ کہ اگر ذرہ بھر شرط نماز ادا نہ ہوئی۔ تو سب کچھ ضائع ہو جائے گا۔ اسی وقت یہ طاعت میرے منہ پر دے ماریں گے۔ پس اے درویش! اگر تو نماز کے حق سے عہدہ برآ ہووے تو واقعی تو نے بڑا کام کیا ہے۔ نہیں تو تو اپنی عمر ضائع کرے گا۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی گناہ دنیا میں اور کوئی دشمن قیامت میں اس سے بڑھ کر نہیں کہ نماز کو با شرائط ادا نہ کیا جائے۔

میرے بدن پر جو ہڈیاں اور چمڑا دکھائی دیتا ہے۔ یہ اسی کے سبب سے ہے مجھے معلوم نہیں کہ آیا مجھ سے نماز کا حق ادا ہوا بھی ہے یا نہیں۔ یہ بات کہتے ہوئے ایک سیب اٹھایا۔ جو اس کے پاس ہی تھا ۔اس کی ساری گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ نماز کا عہدہ بڑا بزرگ عہدہ ہے۔ اگر سلامتی کے ساتھ اس عہدہ برآ ہو سکے۔ تو خلاصی پا جاتا ہے۔ نہیں تو شرمندہ رہتا ہے۔ اور یہ چہرہ کسی کو نہیں دکھلا سکتا۔

اے درویش! نماز دین کا رکن ہے۔ اور رکن ستون ہوتا ہے۔ پس جب ستون قائم ہوگا۔ تو گھر بھی قائم ہوگا۔ جب ستون نکل جائے گا تو چھت فوراً گر پڑے گی۔ چونکہ اسلام اور دین کے لئے نماز بمنزلہ ستون ہے۔ جب نماز کے اندر فرض سنت رکوع اور سجود میں خلل آئے گا۔ تو حقیقت اسلام اور دین وغیرہ خراب ہو جائیں گے۔

بعد ازاں فرمایا کہ صلوٰۃ مسعودی کی شرح میں امام زاہد رحمۃ اللہ واصمعہ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت میں ایسی تاکید وتشدید نہیں کی۔ جیسی کہ نماز کے بارے میں

امام جعفر صادقؓ روایت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جا بجا نصیحت کی ہے۔ بعض ان میں سے بہ لفظ بدرح خطاب ہے۔ اور بعض بطور ترغیب اور بعض بطور ترہیب (خوف دلانا) سات سو مقام پر ایسی نصیحتیں کی ہیں۔ نماز قائم کرو۔ کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ قیامت کے روز پچاس مختلف مقامات پر مختلف سوال ہر آدمی سے پوچھے جائیں گے۔ پہلے مقام پر اگر ایمان اور اس کی شرائط وصفات اور شناخت باری تعالیٰ سے بال بھر بھی بیان نہیں کر سکے گا۔ تو وہیں سے سیدھا دوزخ بھیج دیا جائے گا۔ بعد ازاں دوسرے مقام پر نماز اور فریضہ کی بابت سوال کریں گے۔ اگر عہدہ برآ ہوگا تو بہتر نہیں، تو وہیں سے دوزخ بھیج دیا جائے گا۔۔ پھر تیسرے مقام پر سنت نبوی کی بابت سوال ہوں گے۔ اگر ان سے عہدہ برآ ہوگا۔ تو رہا کیا جائے گا۔ ورنہ موکلوں

کے ہاتھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جائے گا کہ یہ شخص آپ کی امت سے ہے جس نے سنت کے ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے جب ان فوائد کو ختم کر چکے ۔تو زار زار رو دیئے۔اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے شرمندہ ہوگا۔تو کس کے پاس جائے گا۔جب خواجہ صاحب یہ فوائد ختم کر چکے ۔تو ہر شخص اپنے مقام کو واپس کیا۔الحمد للہ علی ذالک

مجلس ۳

جو نماز وقت پر ادا نہیں کرتے۔اور اس قدر دیر کرتے ہیں کہ وقت گزر جاتا ہے۔ان کی مسلمانی پر بیس ہزار افسوس! جو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

میرا گزارا ایسے شہر سے ہوا۔جہاں پر یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے نماز کے لئے تیار ہو جاتے تھے ۔میں نے پوچھا کہ اس میں کیا حکمت ہے؟ تم سب وقت سے پہلے ہی تیار ہو، کہا سبب یہ ہے کہ جب وقت ہو۔فوراً نماز ادا کرلیں۔جب تیار نہ ہوں گے۔تو شاید وقت گزر جائے۔پھر یہ منہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو کس طرح دکھا سکیں گے ۔کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **عجلوا بالتوبة قبل الموت وعجلوا بالصلوٰة قبل الفوت**۔مرنے سے پہلے توبہ کے لئے جلدی کرو۔اور فوت ہو جانے سے پیشتر نماز کے لئے جلدی کرو۔

امام یحیٰی زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ میں واسطہ میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ مولانا حسام الدین محمد بخاری سے جو میرے استاد تھے۔سنا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔**مــــن اکبر الکبائر جمع بین الصلوٰة** ۔یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ نماز فریضہ میں اس قدر تاخیر کی

جائے کہ وقت گزر جائے۔اور پھر دو نمازیں اکٹھی ادا کی جائیں۔خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں میں حاضر تھا۔آپ سے میں نے یہ حدیث سنی جس کی روایت ابو ہریرہ نے کی ہے۔
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں منافقوں کی نماز بتاؤں۔عرض کی۔جناب فرمایئے۔فرمایا۔جو شخص دیگر کی نماز میں اس قدر تاخیر کرے کہ سورج کی روشنی میں فرق آجائے۔اور اس کا رنگ زردی مائل ہو جائے۔پھر عرض کی کہ وقت مقرر فرمائیں۔فرمایا۔اس کا ٹھیک وقت یہ ہے کہ آفتاب نے اپنا اصلی رنگ نہ بدلا ہو یعنی زرد نہ پڑ گیا ہو۔جاڑے اور گرمی میں یہی حکم ہے میں نے فقہ ہدایہ میں شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ حدیث دیکھی ہے۔
حدیث شریف۔اسفروا بالفجر لانہ اعظم للا جر۔یعنی صبح کی نماز سفیدی میں ادا کرو۔تا کہ ثواب زیادہ ہو۔ظہر کی نماز میں سنت طریقہ یہ ہے کہ اس قدر تاخیر کی جائے کہ ہوا سرد ہو جائے۔اور جاڑے میں جب سایہ ڈھلے تو ادا کی جائے۔چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ابدروا بالظہر فان شدۃ الحرمن فیہ جھنم۔یعنی گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت ادا کرو۔

ایک مرتبہ خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ سے صبح کی نماز قضا ہو گئی۔تو اس قدر روئے اور آہ وزاری کی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔آواز آئی کہ اے بایزید! تو اس قدر آہ وزاری کیوں کرتا ہے۔اگر صبح کی ایک نماز فوت ہو گئی۔تو ہم نے تیرے اعمال میں ہزار نماز کا ثواب لکھ دیا ہے۔

تفسیر محبوب قریش میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص پانچوں نمازیں باوقت ادا کرتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی رہنما بنتی ہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کی نماز نہیں۔اس کا ایمان نہیں۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔لا ایمان لمن لاصلوۃ لہ جس کی نماز نہیں۔اس کا ایمان نہیں۔